اسلامی احکام نکاح وطلاق پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب و مصادمہ

اور

احکام اسلام و مذاہب معترضین کا موازنہ

(لائق توجہ اہل مذاہب و گورنمنٹ)

جو لوگ احکام و مسائل اسلام سے پورے واقف نہین و معہذا وہ ہمہ دانی کے مدعی ہین وہ بعض مسائل نکاح وطلاق کے سبب اسلام پر سخت معترض* ہین۔ اور اپنے مسائل مذہب کو مسائل اسلام پر ترجیح دیتے ہین۔

نکاح کی نسبت ان کے دو سخت اعتراض ہین **ایک** یہہ کہ اسلام مین تعدد ازدواج کا ایک ایسا حکم ہے جس سے انسان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور اخلاقی حالت تباہ ہوتی ہے مرد و عورت مین مساوات کا نیچرل قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے مرد کو اسکے قدرتی حق مساوات سے زیادہ حق دیا جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ اسلام مین عورت کو ایک جائداد منقولہ کی مانند سمجھا جاتا ہے اور مرد کو اس کا مالک و آقا۔ وہ تمام عمر کے لیے خواہ کیسے ہی حالات و مقتضات علیحدگی پیش آئین مرد کی قید مین رکھی جاتی ہے کسی حالت مین وہ اس سے علیحدہ ہونے اور اسکے نکاح سے آزاد ہونے کی مجاز و مستحق نہین سمجھی جاتی جس مین اس کی قدرتی آزادی فنا ہوتی ہے اور اسکے خداداد قوی و صفات کی بیکاری عمل مین آتی ہے

* اج کل کے معترض سر ولیم میور صاحب کے مقلد ہین جنہون نے اپنی اس کتاب مین جس مین حالات زندگی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کی ہے لکھا ہے۔ "کثرت ازدواج طلاق اور غلامی سے جو مذہب اسلام کے مسائل مین ہیں پبلک کے اخلاق کو نقصان پہنچتا ہے۔ پبلک کی زندگی کو زہر ملتا ہے۔ و سوسائٹی مین پراگندگی ہوتی ہے۔ مذہب انسان کی آزادی کچلی جاتی ہے اور فنا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ"

طلاق مخالفین کا یہ اعتراض ہے کہ اوسکی عام اجازت اخلاق وانسانی ہمدردی کے مخالف ہے قدرت کے سلسلہ انتظام کی ناقص ہے ملک مین تفرقہ اندازی کا موجب ہے اوس کے اختیار و استحقاق کو مرد سے مخصوص کرنا عورت کا اس استحقاق سے محروم رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے - اور نیچرل قاعدہ مساوات کو توڑنا۔

ہم ان اعتراضات کی کچھ **پروا نکرتے** اور نہ ان کے جوابات کے درپے ہوتے اگر یہ اعتراضات ہمارے نوجوان اسلامی اخوان انگریزی خوانون پر ساحرانہ تاثیر نکر جاتے اور وہ انکی تاثیر سے متردد و متوحش ہوکر اصل اسلام مین مذبذب نہو جاتے مگر جب ہم بعض اخوان انگریزی خوانون پر اس تاثیر کا مشاہدہ کر رہے ہین اور اس تاثیر کے سبب سے اُن کو چاہ ضلالت مین گرتے ہوئے دیکھہ رہے ہین تو ہمارا ان اعتراضات سے اغماض کرنا - اور ان کے جوابات سے ساکت رہنا بشہادت

بیت

اگر بینم کہ نابینا و چاہست اگر خاموش بنشینم گناہ ست

سخت گناہ ہے اور ان اعتراضات کی مدافعت اور ان اخوان اسلام کی معاونت بحکم الدین النصیحۃ ہماری اسلامی فرض ہے - اور یہہ فرض اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ہم کسی باہمی اختلافی فروعی مسئلہ (رفع الیدین و آمین بالجہر یا ترک تقلید) مین خامہ فرسائی کرین - اور اپنے کسی اسلامی بھائی کو نہ ڈالین -

ایک تازہ محرک اور قوی سبب ان اعتراضات کی مدافعت کا یہہ بھی ہوا ہے کہ آج کل سلطنت جسکے ہاتھ مین اہل اسلام ہندوستان کی عنان حکومت ہے بعض اعتراضات کی طرف متوجہ ہو رہی ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ موجودہ قوانین ازدواج وطلاق معمولہ اہل ہند مین (مسلمان ہون خواہ ہنود یا غیر) عورت کو ایک جائداد منقولہ سمجھا جاتا ہے اور یہ امر اخلاق اور انصاف سے بعید ہے لہذا عورت کو اس حالت سے رہائی و ترقی دینا مناسب ہے اور جو عورت اپنے خاوند کے گھر مین آباد

نہ ہونا چاہیے اسکو بذریعہ قید اس آبادی پر مجبور کرنا مناسب نہیں ہے (چنانچہ چٹھیات گورنمنٹ بمبئی و گورنمنٹ ہند اس خیال کا مظہر حاشیہ میں منقول ہیں) گورنمنٹ کی اس خیال کی طرف

نقل چٹھی گورنمنٹ بمبئی نمبر ۱۹۰۳ مورخہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۸۶ء

منجانب

راؤ بہادر قائم مقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ بمبئی صیغہ دیوانی

بنام

سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا صیغہ لیجس لیٹو

جناب من

حسب الحکم درخواست کیجاتی ہے کہ آپ مقدمہ دادا جی بھیکا جی بنام رکما بائی کی جانب جناب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل کی توجہ کرائیں گے جو انڈین لا رپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۱ و جلد ۹ صفحہ ۵۲۹ میں مطبوع ہوا ہے اس مقدمہ میں مدعی شوہر نے واسطے اعادہ آغاز حقوق زناشوئی دعوے کیا تھا۔ زوجہ کی شادی بچپن میں بلا رضامندی اسکے ہوئی۔ اور فریقین کبھی ہم صحبت نہ ہوئے۔

۲۔ نتیجہ اسی مقدمہ کا عدالت اپیل سے یہ ہوا کہ عدالت ابتدائی نے یہ ڈگری صادر کی کہ رکما بائی اپنے شوہر کے گھر ایک مہینہ میں چلی جاوے درصورت عدم تعمیل (اور یہ معلوم ہے کہ رکما بائی کا ارادہ مصمم تعمیل نہ کرنے کا ہے) یہ ڈگری بذریعہ قید کے حسب دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی کے جاری ہو سکتی ہے۔

۳۔ اس مقدمہ پر بحث ہوئی ہے اور ایک فرقہ قوم کا ترمیم قانون کا طالب ہے اور غالباً اسکی تائید انگلینڈ میں بھی ہو۔

۴۔ درحقیقت نسبت نامناسب ہونے اس امر کے کہ ہماری عدالتیں ان ڈگریوں کی تعمیل جبریہ کرنے کی ڈگری صادر کریں جو بحالت بچپن منعقد ہوئی ہوں نسبت کچھ کہنا

جا سکتا ہے مگر جناب گورنر بہادر باجلاس کونسل نے الحال اس وسیع میدان بحث مین داخل ہونا نہین چاہتے انکی یہ رائے ہے کہ کچھہ ترمیم ضروری ہے مگر کارروائی اختیار کردہ قانون انگلینڈ کی پیروی کرنا کافی خیال کرتے ہین۔ اور دعوی اعادہ حقوق زناشوئی کو بحال رکھکر اس فریق کی ذات کو جس کے مقابلہ مین ڈگری صادر ہو مرغاد قید سے بری کر دیا جائے۔ انگلینڈ مین یہ ترمیم بموجب ۴۷ و ۴۹ وکٹوریہ باب ۷۰ کے ہوئی ہے۔ اور مجھکو اس امر کے لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ جناب گورنر باجلاس کونسل کی رائے مین دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی اور دفعہ ۳۰ ایکٹ ۱۵ سنہ ۱۸۶۵ء کی اسی حد تک ترمیم کی جائے۔

۶۔ اس امر کے لکھنے کی بھی ہدایت ہوئی ہے کہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۵۹ پر بھی اسیوقت توجہ کی جائے اگر ہماری یہ خواہش ہے کہ حیثیت عورات اس ملک کی بڑہائی جائے اور انکی قدر زیادہ کی جائے تو ازدواج کی نسبت لکھہ کہنا کہ "وہ از قسم جائداد منقولہ ہین" نہ عقل سے سلوم ہوگا۔

نقل چٹھی گورنمنٹ ہند نمبری $\frac{14}{991}$ مورخہ ۷ اجون سنہ ۶۸۷

گورنمنٹ ہند نے چٹھی معنون بنام جملہ لوکل گورنمنٹون کے نام جاری کی ہر گورنمنٹ بمبئی نے تجویز پیش کی ہے کہ دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۸۸۲ء کو جہانتک کہ اسکا تعلق حقوق ازدواج کا اجراے ڈگری سے ہے ترمیم کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ تجویز مقدمہ دادا جی بیکہاجی مدعی بنام رکمابائی جو عدالت ہائی کورٹ بمبئی نے فیصلہ کیا ہے پیش کی گئی ہے۔ اور بابت ترمیم کے یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اگر طریقہ مروجہ قانون انگلینڈ کی

عقل و انصاف و برخلاف اصول اخلاق سمجھکر اس مین مداخلت کی (جیسا کہ اسلامی

پیروی کیجاوے تو غالبا کافی ہوگا۔ اور گرچہ بالش حقوق زناشوئی قائم رکھی جاوے تاہم جس شخص پر ڈگری صادر ہو وہ قید ہونے سے بری رکھا جاوے۔

دفعہ ۲۔ قانون ہند کے رو سے دو قسم کے مقدمات ہو سکتے ہین جن کے ذریعہ سے شوہر اپنی زوجہ کی رفاقت حاصل کر سکتا ہے۔

الف۔ بابت واپسی بنو حصرت از ایکٹ نمبر ۵ ۱۸۶۷ء ضمیمہ ۲ اور ۳۴ ۱

ب۔ دعویٰ حقوق زناشوئی از ایکٹ نمبر ۵ ۱۸۹۷ء ضمیمہ ۲ مر ۳۵)

ایسے مقدمات کی اجرائے ڈگری کا ضابطہ دفعات ۲۵۹ و ۲۶۰ ضابطہ دیوانی مین علے الترتیب درج ہے۔ درباب مقدمات قسم اول جو کہ واسطے دلاپانے بازدی عورت نسبت اس شخص کے ہوتا ہے جس نے عورت کو روک رکھا ہے ہمارا کچھ تعلق نہین۔ لیکن اگر دوسری قسم کے مقدمات کی نسبت قانون کا ہونا قرین صحت ہے تو ان دو قسم کے مقدمات مین صاف طور پر تمیز ہت ختم کرنے سے نہ وہ اٹھانا مناسب ہے۔ درباب مقدمات قسم دوم رو واضح ہو کہ جو قانون رشتہ شوہر و زوجہ کا تسلیم کرتا ہے وہ اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ شوہر کا فرض زوجہ کے ساتھ اور زوجہ کا فرض شوہر کے ساتھ گذران کرنے کا ہے۔ اس واسطے مقدمات حقوق زناشوئی مفید قسم کے مقدمات مین بشرطیکہ ایسے مقدمات کی صادر شدہ ڈگری کی تعمیل کے واسطے ایسے وسائل اختیار نہ کیے جاوین جو اخلاق یا معاشرت کے برخلاف ہون بموجب دہرم شاستر کے یہ امر منجملہ شرائط شادی کے ایک ہے کہ مرد و عورت آپس میں رفیق ہون۔ اور ہادیان قوم نے قرار دیا ہے کہ اگر کوئی فریق دوسرے کو ترک دیوے یا اوسکی پرواہ نہ کرے تو ہر دو جہان مین مستوجب سزا ہوگا (دیکھو شرح سمجات جگندر نترومنی صفحہ ۹۷) پس اگر کوئی فریق شادی اس فرض سے انکار کرے تو انصاف یہ ہے کہ عدالت قرار دے کہ وہ فرض

[illegible] حقوق زناشوئی [illegible]

اصلاح قانون [illegible] ہندوؤں کے [illegible] ہو جانے میں اس

[illegible] امر قانون [illegible]

امر کا اظہار بابت تعمیل حقوق زناشوئی پیش ہوا ایک نقشہ پیدا ہوا ہے

[illegible] حالت

کی جاتی ہے ۔

واقعہ یہ ہے ۔ [illegible] ہندو کا [illegible] عورت کا [illegible]

[illegible] ہاتھ میں دیا جاتا تھا حکم ہے کہ رواج ہندوؤں کے مطابق

[illegible] ہی بیاہ [illegible] قرار دیا گیا تھا کہ عورت کا انکار

[illegible] تعمیل حکم عدالت بابت [illegible] ان کے ہمراہ شوہر [illegible] ضابطہ

دیوانی [illegible] کے ذیل میں آتا ہے ۔ اور حکم کی تعمیل [illegible] یا قرقی

جائداد [illegible] ہو سکتی ہے [illegible] اسے کو [illegible]

گیا [illegible] اور اس [illegible] ضابطہ

[illegible] کی گئی ۔ اور [illegible] دفعہ [illegible] ضابطہ [illegible]

[illegible] گورنمنٹ ہند [illegible] کہ [illegible] سابقہ [illegible]

[illegible] طریقہ ہے کہ جب [illegible] شدہ عورت کو قید کیا جاتا ہے [illegible]

کے خیالات کے برخلاف ہے [illegible] گیا ہے کہ بہترین علاج حسب تجویز

گورنمنٹ [illegible] قانون انگلستان کی پیروی کی جاوے ۔ خصوصاً اس وجہ

سے کہ [illegible] قانون ہند اس معاملہ میں دیگر اقوام و مذہب کی معمولی

کارروائی کے مطابق ہو جاوے گا ۔ بموجب قانون انگلستان [illegible]

بابت [illegible] حسب ذیل حکم ہے ۔

اول ۔ ڈگری [illegible] حقوق زناشوئی ذات پر جاری نہ کی جاوے ۔ دفعہ ۲

نے مداخلت کی ہوتی ہے) گروہ مداخلت مذہب میں جا بیجا ہو گی اور مسلمانوں کو تحکم الناس

دوم - جبکہ درخواست جانب عورت کی ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ بصورت عدم تعمیل اجرائے ڈگری کے رسپانڈنٹ روپیہ واسطے نان و نفقہ کے ادا کرے (دفعہ ۲)

سوم - جب درخواست جانب خاوند کے ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ زوجہ کی جائداد سے واسطے نان و نفقہ اطفال نکاح خرچ کیا جاوے (دفعہ ۳)

چہارم - عدالت کسی حکم ادائے روپیہ کو جیسا مناسب سمجھے تبدیل کر سکتی ہے۔ (دفعہ ۴)

پنجم - ڈگری کی عدم تعمیل بمنزلہ ترک مقدمہ ہو گی۔ اور نالش واسطے جوڈیشل علیحدگی یعنی طلاق فسخ العقد دائر ہو سکے گی۔ اگر شوہر مجرم زنا کا ہو تو جائز ہے کہ عورت درخواست فسخ نکاح کی کرے (دفعہ ۵)

ششم - عدالت واسطے حفاظت و پرورش و تعلیم اطفال کے حکم دے سکتی ہے (دفعہ ۶)

دفعہ ۴ - چونکہ مسلمانوں میں آسانی سے طلاق ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ ہندوؤں کی بہت قوموں میں بھی اس کا رواج ہے۔ اگرچہ از روئے دھرم شاستر کے ممنوع ہے اس لیے بلحاظ امر مذکورہ صدر یہ بات پیش کی گئی ہے کہ عدم تعمیل ڈگری واسطے منسوخی شادی ایک وجہ سمجھی جاوے۔ بشرطیکہ

الف - فریق مطلقہ کو معاوضہ دیا جاوے۔

ب - واسطے پرورش اطفال نکاح کے واجبی اور معقول انتظام کیا جاوے

دفعہ ۵ - اخیر میں یہ بھی تجویز پیش کی گئی ہے کہ اگر حسب طریقہ بالا کوئی کارروائی کی جاوے تو قانون اور عملدرآمد کو مطابق کرنے کی غرض سے شرف

سے طے ہوں بلکہ ہم اوسکی تعمیل واجب وناگزیر ہوگی اور آئین جسقدر مذہب اسلام کی منفعت
و مضرت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اس نقطہ سے بھی بلااا دیر اپنے مسلمان
کا دھرم ہو رعداد او بنابیت تائید اسلام موجود ہو ایمانی واسلامی فرض ہے کہ ان
معترضات کے جواب سے تعرض کریں اور اس میں یہ ثابت کر دکہائیں کہ موجودہ
قوانین نکاح وطلاق اہل اسلام عقل و اخلاق اور انصاف کا مخالف نہیں و
لہذا ہر شوق گورنمنٹ کو جو ایک منصف و مہذب و غیر ترقی گورنمنٹ ہے ان
مسائل میں مداخلت کرنا بجاء اپنی نیو ترقی کے ناواجب ہے اور یہ مسائل ان
اسلامی یا غیر اسلامی مسائل کے مانند نہیں ہیں جنکو گورنمنٹ نے خلاف عقل
انصاف و خلاف تہذیب سمجھکر ان میں دست اندازی کی ہے۔

اس ضرورت کو ہمارے اخوان کیا عینی (اہلحدیث) کیا عسلانی
(حنفیہ) بنظر انصاف سوچیں تو وہ بھی اس قسم کے مسائل میں بحث کرنا اپنا
اعلی منصب اور اصل فرض سمجھیں۔ اور باہمی جھگڑون اور مسائل فروعی میں خانہ
جنگیوں کو ایک نفرت بالائے طاق رکھدیں۔ یہ ہمت و جرأت اپنے آپ میں نہ پاویں

چونکا اعظم تعزیری دفعہ ۶ سے۔ ایکٹ طلاق پارسیان نمبر ۱۵ سنہ ۱۹۶۶ء
کو منسوخ کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۶ - ان تجاویز پر اخیری فیصلہ کرنے کے پیشتر نواب گورنر جنرل بہادر
با جلاس کونسل مناسب سمجھتے ہیں کہ انکی بابت لوکل گورنمنٹونکی رای لیجاوے
اس لیے ہم التجا کرتے ہیں کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بعد تحقیقات و صلاح نیز
ان اشخاص کی مختلف جماعتوں سے جو ایسے معاملات میں گورنمنٹ کو
صلاح دینے کے لائق ہوں گورنمنٹ ہند کو بابت سوالات مندرجہ صدر جسقدر
قدر جلد ممکن ہوسکے اپنی رائے دیوین۔

تو جو لوگ اس کلام میں الٹ سمجھے ہیں انکی تائید و تقریظ بعض میں رطب اللسان ہو رہے ہیں اور اپنی ظلمتوں و نحوستوں کو پسند کرتے اسیپر تعلیم یافتوں کو ورغلا رکھیں ہیں۔

وہ **حضرات** اس ضرورت کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم انکو بھی بحکم مقولہ مشہور نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے ان ہی مخالفین و معترضین کی قطار میں شمار کرتے ہیں۔ اور ان اعتراضات کے جواب کے درپے ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم عقل اور قانون قدرت کے اصول سے تعدد ازدواج اور طلاق اور حقوق زوجیت کی ضرورت کا اثبات کرتے ہیں۔ (جو اعتراضات مخالفین کا ایک اجمالی جواب ہے) **اسکے** بعد نکاح و طلاق و حقوق زوجیت کے متعلق احکام اسلام کتاب و سنت سے بیان ہوگا۔ اور ان احکام کا عقل اور قانون قدرت کے مطابق ہونا ثابت کیا جائے گا **اس کے** بعد اعتراضات مخالفین کا تفصیلی جواب ادا ہوگا **اسکے** بعد احکام مذہب معترضین (یہود و نصاری) کو بیان کرکے ان احکام اور احکام اسلام میں موازنہ کیا جائیگا۔

اخیر میں* مہربان گورنمنٹ کے حضور میں مودبانہ گزارش ہوگا کہ وہ اس مضمون کو انصاف و توجہ سے ملاحظہ فرماکر مسلمانوں کی مرضی و مسائل نکاح وطلاق کو دست اندازی سے بری رکھے۔

* ان مسائل و احکام کے ملاحظہ سے گورنمنٹ کو یقین ہوگا کہ مسائل نکاح وطلاق میں اسلام نے پہلے ہی عقل انصاف اور اخلاق کی رعایت کر رکھی ہے نہ مرد کو عورت پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اسکو ناواجب جبر کرکے گھر میں بسائے۔ اور نہ عورت کو مرد پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اس سے ناراضی اور علیحدگی اختیار کرے یا جبراً طلاق لے لے۔ مرد کو ان ہی حالات میں جبراً عورت کو گھر بسانے کا حق دیا ہے جن حالات میں عقل انصاف اور اخلاق اسکو جبر کرنے کی اجازت دیتی ہیں ایسے ہی حالات میں عورت کو مرد سے آزاد ہو جانے اور جبراً طلاق لینے کا حق دیا ہے لہذا گورنمنٹ کو مناسب نہیں کہ وہ ان مسائل اسلام میں مداخلت کرے اور عورتوں کو بہر حال آزادی دےکر انکو واجب الجبر حالات میں بھی انکے خاوندوں کے گھر میں آباد ہونے پر قید کے ذریعہ سے مجبور نہ کرے۔ بلکہ زبردست طلاق لینے کا حق عطا کردے۔

عقل اور قانون قدرت سے ضرورت تعدد نکاح اور طلاق اور حقوق ازواج کا اثبات

نکاح کی بنا دو قدرتی و عقلی ضرورتوں پر ہے جو انسان کے انسان اور مدنی الطبع ہونے کے مقتضیات سے ہیں۔ ایک ضرورت حفظ شخص یا اپنے آپ کو بچانا۔ دوسری ضرورت حفظ نوع یا انسانی نسل بڑھانا۔ شخص سے مراد ہر ایک شخص کی اپنی ذات یا وجود ہے اور وہ جسم اور روح دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جسم کی حفاظت کے لیے نکاح کے ضروری ہونے پر یہ دلیل ہے کہ انسان میں جب وہ حد بلوغ کو پہنچتا ہے ایک ایسا فضلہ دیگر لطیف و شریف (جس کو منی یا نطفہ کہا جاتا ہے) پیدا ہوتا ہے کہ جب تک وہ اس کو تقاضا طبع کے وقت بدن سے خارج نہ کرے اس کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ اپنی جسمانی و روحانی قوتوں سے پورا کام نہیں لے سکتا۔

نکاح (جس سے ہر مذہب و ملت میں رسماوی ہو یا خود تجویزی) عورت کے ساتھ ایک خصوصیت اور مزاحمت غیر سے اسکی حفاظت پیدا ہوتی ہے) اس دفع فضلہ کا ایک سہل الحصول سبب ہے۔ اور اس نکاح کے بغیر ہر وقت اور ہر حالت ضرورت میں اس کام کا پورا ہونا خوف قتال یا جدال کا محل ہے چنانچہ عام بڑے حیوانوں میں اور خواص کر ان انسانوں میں جو اس کام میں حیوانات کے اصول طبعی پر چلتے ہیں ہم اس امر کا رات دن مشاہدہ کر رہے ہیں۔

* ان دو ضرورتوں کے علاوہ جو نکاح کی تمدنی ضروریات ہیں وہ ان ہی دو کی فروعات ہیں۔

حفاظت نوع کے لیے نکاح کا ضروری ہونا بہت ظاہر ہے۔ جو لوگ حیوانی ضرورت
(دفع فضلہ) نکاح کے ذریعہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اس میں حیوانات کے اصول ہی
پر چلتے ہیں ان کے روحانی صفات (اخلاق) معدوم ہو جاتے ہیں۔ بے غیرتی
بے حیائی۔ اور بے مروتی میں وہ حیوانات کے برابر۔ اور اپنے جوڑے اور نسل
پر شفقت نہ کرنے کی نظر سے وہ حیوانات سے بدتر* ہو جاتے ہیں۔

حفظ نوع کے لیے نکاح کی ضرورت پر یہ دلیل ہے کہ اگر نوع انسان کو انسان بنا کر
بڑھانا چاہیں تو اس کے لیے صرف نکاح ہی ایک ایسا سبب ہے جس سے نسل کے
ساتھ ایک نسبی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی نسبی تعلق ایک ایسا سبب ہے
جس سے اولاد کی شائستگی سے تربیت اور انکی اخلاق کی تہذیب ہو سکتی ہے۔ جو
انسانیت کے لیے لازم اور انسان و حیوان میں مابہ الفرق ہے۔
نطفہ بے تحقیق کا کوئی دلسوز مربی نہیں ہوتا اور نہ اسکی شائستگی اور اخلاق
کی تہذیب کا (جس سے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے) کوئی ذمہ دار ہو سکتا
ہے۔

نکاح کا ان دونوں ضرورتوں (حفظ شخص اور حفظ نوع) کے لیے ہونا مسلم بالاتفاق
تسلیم ہوگا تو اس سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب نکاح سے یہ دونوں غرضیں یا
ان میں سے کوئی ایک حاصل نہ ہو وہ کان لم یکن ہے (یعنی ایسا ہے جیسا ہوا ہی
نہیں) لہذا ایسے نکاح کو فسخ کرنا (منکوحہ عورت کو طلاق دیدینا) یا اگر کسی مصلحت سے

---

* حیوانات میں بعض نر اور تمام مادے اپنے بچوں پر ان کے وقت تربیت تک انس و شفقت
سے پیش آتے ہیں جیسے کہ درندے وحوش اس انس سے خالی نہیں مگر بدکار انسان
صورت حیوان سیرت اپنی اس نسل سے جو بازاری عورتوں کے پیٹ یا گھر میں چھوڑ جاتے ہیں
کچھ انس و محبت نہیں رکھتے اسلیے وہ حیوانات سے بدتر ہیں۔

انسانی یا حیوانی کوشش نہ کیا جائے ایسے نکاح کی حالت قیام و بقا وجود کی میں دوسرا نکاح رہتا ہے یہ دو غرضیں یا ان میں سے ایک جبکہ ملحوظ ہو تو صرف عادۃ بلکہ عقل وقانون قدرت کے شہادت اور انسانیت و اخلاق کے اقتضا و فرض سے ضروری ولازم ہے۔

اس سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان دونوں غرضوں کا پورا کرنا ذوجین میں سے اس شخص کا قدرتی وانسانی وعقلی فرض ہے جس کی قدرت واختیار میں انکا پورا کرنا ہو۔ اور جس فرض کے پورا کرنے میں وہ بحکم عقل وقانون قدرت واخلاق مجبور ہے۔

اس تقریر کو معترضین عقود وانصاف سے پڑھیں گے تو امید ہے کہ وہ اپنے تینوں اعتراض واپس لے لینگے۔ یا انہیں ہم اسپر اکتفا نہیں کرتے اور باقی مدارج بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

احکام اسلام نکاح اور طلاق کے متعلق اور قانون قدرت وعقل سے انکا تعلق

پہلا حکم

نکاح کرنا اس شخص کے لیے جائز یا ضروری ہے* جو جسمی طاقت اور مالی وسعت رکھتا ہو۔ پھر جو جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو نکاح کرنا جائز ہی نہیں اور جو مالی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو وسعت کا انتظار بہتر ہے۔ اور بلا وسعت نکاح کر لینے میں معصیت کا اندیشہ ہے حقتعالے نے فرمایا ہے جو لوگ نکاح (یعنی اسکے اسباب سامان نفقہ وغیرہ) نہیں پاتے وہ گناہ سے بچیں یہانتک کہ خدا تعالے انکو مالدار کر دے یعنی جب تک وہ نکاح کر سکیں۔

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحاً حتیٰ یغنیهم الله من فضله (النور ع ۱۰)	

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں آیا ہے)

* بعض حالتوں میں جبکہ معصیت ونقصان کا یقین ہو نکاح واجب ہو جاتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء۔ (بخاری و مسلم [illegible])

اے جوانوں کے گروہ جو تم میں طاقت والی اور جماع کی رکھے وہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح آنکھ کو نظر بد سے بچاتا ہے اور شرمگاہ کو فعل حرام سے بچاتا ہے اور جسکو طاقت مالی نہ ہو وہ روزہ رکھے وہ اسکو خصی کر دے گا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا ہے لفظ باءۃ کے معانی میں

اختلف العلماء في المراد بالباءة على قولين يرجعان الى معنى واحد اصحهما المعنى اللغوي وهو الجماع فتقديره من استطاع منكم الجماع [illegible] لقدرته على مؤنه وهي مؤن النكاح فليتزوج (نووی)

دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ مباشرت مراد ہے اور اس کی طاقت ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ شخص بہم رسانی اسباب نکاح کے ساتھ مباشرت پر قادر ہو سکے

دوسرا حکم

نکاح سے دو غرض و مقصود پیش نظر رکھنا ضروری ہے جس سے انسانی نسل ہمیشہ کی طبعی نقائص سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ ایک تسکین و عفت نفس۔ دوسری اولاد صالح کی طلب۔

حق جل وعلا نے فرمایا ہے خدا کی شان و قدرت سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری

ومن آياته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة (الروم ع [illegible])

جنس سے جوڑے بنائے کہ اس سے تم کو تسکین* ہو اور تم میں محبت و رحمت رکھ دی۔

اور فرمایا تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی کی طرف آؤ جس

نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم

کیفیت سے چاہو (یعنی [illegible])

* تسکین میں افضل سے جسم کو اور اسکے ذریعہ سے روح کو اور حفظ اخلاق سے روح کو ہوتی ہے۔

وقدموا لانفسکم (بقرہ ع ۲۸)
قیل قدموا لانفسکم یعنے طلب الولد
(معالم التنزیل صـ ۹۹)

اور اپنے لیے پہلے نیت اچھی کرو مثلاً بیسہ کرو اولاد ہو اور عصمت کا ثواب ملے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ کو (جب غزوہ ذات الرقاع سے واپس ہوئے۔ اور نئی شادی کے سبب گھر کو جلد روانہ ہوئے) فرمایا اے

قال رسول اللہ صلعم یا جابر الکیس الکیس یعنے الولد (بخاری صـ ۷۹۹ و صـ ۳۷۵ وغیرہ)

جابر عقلمندی اختیار کرنا۔ (یعنے اس فعل سے طلب اولاد کی نیت رکھنا)

اور آپنے فرمایا چنانچہ صحیح مسلم مین آیا ہے تم کو اپنی (عورتون سے)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی بضع احدکم صدقۃ۔ قالوا یا رسول ایاتی احدنا شھوتہ ویکون لہ فیھا اجر قال ارأیتم لو وضعھا فی حرام اکان علیہ فیھا وزر فکذلک اذا وضعھا فی الحلال کان لہ اجر۔
(صحیح مسلم صـ ۳۲۵)

مباشرت مین بھی صدقہ کا اجر ہے۔ کسی نے پوچھا کیا اپنی شہوت رانی کرتے ہین تو اس مین بھی ہم اجر پاتے ہے۔ آپنے فرمایا یہ شہوت رانی حرام محل مین ہو تو کیا اس مین گناہ نہیں ہوتا! ایسا ہی اسکو ثواب ہوتا ہے اگر حلال محل مین شہوت پوری کرے۔

اور آپنے فرمایا چنانچہ سنن ابوداؤد مین آیا ہے (نکاح ایسی عورت سے کرو جو محبت والی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (ابوداؤد صـ ۲۷۹)

اور جننے والی ہو کیونکہ مین تمہاری کثرت نسل کے سبب دوسری امتون پر فخر کرنے والا ہون یعنے قیامت کے دن فخر کرونگا۔)

یہ دو غرضین (جو مسئلہ دوم مین بیان ہوئی ہین) وہی دو ضروری ترین اسلامی جنس نکاح کا مبنی ہونا بحکم عقل و قانون قدرت ثابت کیا گیا ہے جس سے ناظرین خصوصاً

معترضین کو یقین ہو سکتا کہ شرع کا یہ حکم مقتضائے عقل یا قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ ایسی ہی شرط استطاعت (جس کا بیان مسئلہ اول میں ہوا ہے) عقل و قانون قدرت کے مطابق ہے۔

اس شرط اور ان دونوں غرضوں کو پیش نظر رکھکر بانی اسلام نے یہ حکم عموم دیا ہے جو ذیل میں بیان ہوتا ہے۔

تیسرا حکم

جن لوگوں کی پہلی یا دوسری یا دونو غرضیں ایک نکاح سے حاصل نہ ہوں (مثلاً اسوجہ سے کہ ان کی جسمانی طاقت اسقدر ہے کہ اس طاقت کو صرف کرنے کے لئے ایک عورت مکتفی نہیں یا ایک عورت سے انکی اولاد نہیں ہوتی۔ یا حسب مراد نہیں ہوتی۔ اولاد کم ہے۔ اور وہ خدا داد جسمانی و مالی وسعت کے اقتضا سے زیادہ چاہتے ہیں۔ یا اولاد بدچلن ہے اور وہ عورت جس سے اولاد ہوئی ہے بیکار ہو چکی ہے یا اولاد نرینہ نہیں ہوتی ہے) اور ان میں مال و جسمانی طاقت اس قدر ہو کہ وہ ایک سے زائد عورتوں کی واجبی طور سے خبر گیری کر سکیں۔ اور ان کا نفس ایسا مطمئن ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سے متعدد ازواج کے واجبی حقوق میں عدل و مساوات کر سکیں۔ انکو جائز یا بعض حالتوں میں ضروری ہے کہ وہ ایک سے زائد دو یا تین یا نہایت چار عورتوں سے اپنی ضرورت اور طاقت اور امید استقامت کے موافق نکاح کر لیں۔

حق تعالے نے فرمایا ہے کہ اگر تم ڈرتے ہو کہ تم یتیم عورتوں سے (اپنے جو تمہاری

وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمی	نکاح میں ہیں) انصاف نہیں کر سکتے
فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی	تو تم (انکی جگہہ) اور عورتیں جو تمہیں
وثلث وربع وان خفتم ان لا تعدلوا	خوش لگیں دو دو یا تین تین یا نہایت

فواحدة (سورۂ نساء ع ۱)

چار چار نکاح میں لاؤ۔ ان میں بھی تمکو یہ خوف ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی رہنے دو۔

عرب کے لوگ یتیم عورتوں کو جو انکی تولیت میں ہوتین صرف ان کے

ای ان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتمی النساء اذا تزوجتموهن فتزوجوا ما طاب لکم من غیرهن وذلک ان الرجل یجیء بیتیمة ذات مال وجمال فیتزوجها ضنا بها فربما اجتمع عنده منهن عدة ولا یقدر علی القیام بحقوقهن (بیضاوی ص ۱۴۱)

خوب صورت و مالدار ہونے کے طمع سے (نہ ان اغراض و ضرورتوں کی نظر سے جو تعدد نکاح کو جائز کرتی ہیں) نکاح کر لیتے اور اس طور سے ان کے پاس کئی عورتیں جمع ہو جاتیں جن کے حقوق زوجیت وہ ادا نہ کر سکتے تب یہ آیت نازل ہوئی

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ یہ قول خداوندی اس شخص

عن عائشة ان رجلا کانت له یتیمة فنکحها وکان لها عذق وکان یمسکها علیه ولم یکن لها من نفسه شیء فنزلت فیه ان خفتم الخ۔

(بخاری ص ٦٥)

کے حق میں نازل ہوا ہے جس کی ولایت میں یتیم لڑکی ایک باغ کی مالک تھی وہ اس باغ کے طمع سے اسکو نکاح میں لایا مگر اس سے حق واجب کچھ ادا نہ کرتا تھا۔

عن عائشة فی قول الله ان خفتم قالت انزلت فی الرجل تکون له الیتیمة هو ولیها ووارثها ولها مال ولیس لها احد یخاصم دونها فلا ینکحها لمالها فیضر بها ویسیء صحبتها

(صحیح مسلم ص ٣٠٣ ج ٢)

صحیح مسلم میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ مال کے خیال سے اسکا نکاح دوسرے شخص سے نہ کرتا اپنے ہی نکاح میں رکھتا پھر اسکو مارتا اور برے طرح اسکے ساتھ برتاؤ کرتا۔

یہہ قول صدیقہ قول عامہ مفسرین بیضاوی وغیرہ کے مخالف نہین جو لوگ کئی جوروں کو گہیر رکہتے وہ سبہی یہ کام کرتے اور بری اغراض پیش نظر رکہتے ہنداں ان عورتون مین عدل نکرتے جسپر وہ قول خداوندی نازل ہوا۔

اس آیت مین صرف ایک شرط عدل کا ذکر اسلیے ہوا ہے کہ اس آیت کے موقع نزول پہ اسی عدل سے سوال اور اس کا خوف پیدا ہوا تہا۔ باقی دو شرطون اور ضرورتون مذکورہ بالا سے اس لیے تعرض نہین ہوا کہ ان کا ذکر دوسری آیات و احادیث مین ہو چکا ہے۔ اس آیت مین ان شرطون یا ضرورتون کے مذکور نہ ہونے سے کوئی ان کا واجب اللحاظ نہونا استنباط کرے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور ان آیات و احادیث سے (جو مسئلہ دوم و سوم کی ذیل مین بیان ہوئی ہین) غفلت و مخالفت۔

اس مقام مین اس امر کا بیان بہی ضروری ہے کہ عدل سے مراد اس حکم مین نفقہ۔ زوجیت۔ تقسیم اوقات۔ حسن معاشرت۔ ملاطفت۔ وغیرہ اختیاری افعال مین مساوات ہے۔ دلی محبت اور اس کے نتیجہ کیفیت یا مقدار مباشرت مین مساوات مراد نہین ہے۔

اسپر دلیل خدا تعالے کا یہہ **قول** ہے کہ تم عورتون مین برابری (یعنے

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء و لو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفوراً رحیماً (سورۃ نساء ع ۱۶)	ہر امر مباشرت۔ محبت وغیرہ مین) ہرگز نہ کر سکوگے اگرچہ اسکی حرص کرو پر ایسا ہی نہ کرنا کہ بالکل ہی ایک عورت کی طرف جہک پڑو اور دوسری کو ایسی چہوڑ رکہو جیسے ادہر مین لٹکتی تم سنورتے رہو گر (جہانتک کہ تمہارا اختیار ہو)

اور خدا سے ڈرتے رہوگے تو خدا (تمہارے غیر اختیاری نابرابری کو) معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل کہ آپ اپنے ازواج مطہرات مین حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ محبت رکھتے اور اپنی آخری بیماری کے ایام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر مین بسر کیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حضرت عائشہ صدیقہ کو حضرت حفصہ سے زیادہ تر محبوب جناب نبوی کہا۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا اور اسپر خوشی سے تبسم فرمایا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ایک بیوی سے دوسری کی نسبت زیادہ محبت رکھنا جائز ہے

> ثم قلت یا رسول الله لو رأیتنی ودخلت علی حفصة فقلت لها لا تغرنك ان كانت جارتك اوضأ منك واحب الی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یرید عائشة فتبسم النبی صلی الله علیه وسلم (بخاری ص ۶۲)

یہ حدیث بھی صحیح بخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری بیماری مین ازواج مطہرات سے پوچھتے کہ کل کو مین کہان رہونگا جس سے آپکا مقصود یہ تھا کہ عائشہ کا دن ہو۔ ازواج نے آپ کی مرضی پاکر اجازت دی کہ جہان آپ چاہین وہان رہین تب آنحضرت نے عائشہ صدیقہ کے گھر مین رہنا پسند کیا اور وہین انتقال فرمایا۔

> عن عائشة ان رسول الله كان یسئل فی مرضه الذی مات فیه این انا غدا این انا غدا یرید یوم عائشة فاذن له ازواجه یكون حیث شاء فكان فی بیت عائشة حتی مات (بخاری ص ۶۱۵)

یعنی فعل میلان قلب و زیادہ حب) ہے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری مین عذر کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم مین عدل کرتے اور یہ فرماتے کہ اے خدا یہ تقسیم میری ان امور مین ہے جو میرے اختیار مین ہین (یعنی نوبت نفقہ وغیرہ) پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم مین جو تیرے اختیار مین ہے نہ میرے۔ برابری نکرنے کے سبب ملامت نکر یو۔

> عن عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم فيعدل فيقول اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك
>
> (أصحاب السنن الاربعة وغيرهم)

اس حدیث کو ابن حبان وحاکم نے صحیح کہا ہے اور ترمذی وغیرہ کو گو اس کے موصول ہونے مین کلام ہے مگر وہ کلام ہمارے مدعا کو ضرر رسان نہین ہے۔ ہمارا اعتماد اس باب مین بخاری کی حدیث پر ہے جس مین حضرت عائشہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ محبت رکھنا ثابت ہو۔ یہ حدیث صرف اس حدیث کی تائید و شہادت مین پیش کی گئی ہے۔ لہذا اس حدیث مین کسی قسم کا کلام اگرچہ لائق اعتماد ہو ہمارے مدعا کو توڑ نہین سکتا۔ ایسا ہی جو اس حدیث کے معنے مین سو فہم کی بعض ریفارمرون نے کلام کیا ہے کہ اس مین لفظ لا تملک سے محبت مراد نہین ہو سکتی وغیرہ وغیرہ وہ بھی ہمارے مدعا کا مصادم نہین ہو سکتا کیونکہ بخاری کی حدیث مین محبت کی زیادتی پر تصریح ہے جسمین کسی تاویل و تسویل کی گنجائش نہین ہے۔

یہی معنی عدل کے (جو قول خداوندی اور فعل و قول نبوی سے ثابت ہین) بحکم عقل و شہادت **قانون قدرت** اس حکم مین مراد ہو سکتے ہین۔ اور دلی محبت اور اس کے نتیجہ مین مساوات کا مراد ہونا نہ بحکم عقل جائز ہے نہ بشہادت قانون قدرت ممکن

یا اختلاف مشاہدہ مین آتا ہے اور کس و ناکس کا وجدانی تجربہ رکھتا ہے کہ دو چیزون مین سے (عورتین ہون خواہ اولاد۔ یا گھوڑے یا گدہے وغیرہ) ایک کو کسی صفت (صورت سیرت وغیرہ) مین دوسرے پر مزیت یا فوقیت ہو تو وہ اس دوسرے کی نسبت بالطبع زیادہ تر مرغوب اور بیشتر محبوب ہوتی ہے ۔ اور عقل بھی اسی کو ترجیح دینا پسند کرتی ہے ۔ اور ترجیح مرجح کو جائز نہین رکھتی ۔

اور یہ امر بھی عموماً مشاہدہ مین آتا ہے کہ متعدد عورتین جو ایک شخص کے نکاح مین آتی ہین سبھی جملہ صفات مین مساوی نہین ہوتین ۔ صورت یا سیرت شباب یا اخلاق یا عقل وغیرہ صفات مین متفاوت ہوتی ہین ۔

اس اصول عقلی و قدرتی اور اس امر واقعی (دونو) کیطرف نظر کرنے سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کئی بیویون کے شوہر کا خواہ وہ کیسا ہی بے نفس و خدا ترس ہو) اپنی اس بیوی کی جانب جسمین اسکی مطلوبہ صفات اتم و اکثر پائی جاتی ہون زیادہ میلان کرنا ۔ اور اس کم صفات یا مفقود الاوصاف بیوی کی نسبت اسکو دوست رکھنا ۔ ایک لازمی امر ہے ۔ اور اس کا خلاف میلان و محبت مین مساوات اسکی طاقت انسانی سے خارج ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایسی مساوات ہو سبیر واجب ہو اور خداوند تقدس و تعالےٰ کہ جس نے اپنی کلام

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا (سورۂ بقرہ ع ۲۱۴)	پاک مین صاف فرمایا ہے کہ وہ کسی جی کو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہین

دیتا جو اوسکی وسعت سے خارج ہو) حکم مذکور مین عدل سے ایسی ناممکن الوقوع مساوات مراد ہو ۔

یہی وجہ ہے کہ زمانہ نزول حکم مذکور سے اسوقت تک کے علمار اسلام اس حکم کے یہی معنے سمجھے ہین جو ہمنے بیان کیے ہین اور دلی محبت اور اسکی نتیجہ جماع سے داد

کے معنی بجز اس وقت کہ بعض ریفارمرون کے خیال مین نہین آئے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر مین (جس پہ اسوقت کے ریفارمرون کا بڑا اعتماد ہے)

فیہ قولان الاول لن تقدروا علی التسویۃ بینھن فی میل الطباع واذا لم تقدروا علیہ لم تکونوا مکلفین بہ۔ + الثانی لا تستطیعون التسویۃ بین الاقوال والافعال۔ لان التفاوت فی الحب یوجب التفاوت فی نتائج الحب لان الفعل بدون الداعی او مع قیام الصارف محال۔ ثم قال فلا تمیلوا کل المیل والمعنی انکم لستم منھیین عن حصول التفاوت فی المیل القلبی لان ذلک خارج عن وسعکم ولکنکم منھیون عن اظھار ذلک التفاوت فی القول والفعل۔ روی الشافعی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقسم ویقول ھذا قسمی فیما املک وانت تعلم بما لا املک

(تفسیر کبیر ۵۳ جلد ۳)

فرمایا ہے۔ کہ اس قول خداوندی کے کہ "تم عدل نہ کر سکو گے" معنے مین دو قول ہین۔ ایک یہ کہ میلان طبع مین برابری کی تم قدرت نہین رکھتے۔ لہذا اس میلان مین مساواۃ کی تم کو تکلیف نہین دی گئی **دوسرا** یہ کہ تم مین تمام افعال واقوال مین مساواۃ کی طاقت نہین۔ کیونکہ محبت مین تفاوت اس کے نتائج (افعال واقوال) مین تفاوت کی موجب ہوتی ہے۔ اور وہ فعل جسکا سبب موجود نہ ہو یا مانع موجود ہو وجود مین آنا محال ہے۔ پھر خداوند تعالی نے فرمایا کہ تم بالکل ہی جھک نہ پڑنا اسکے معنے یہ ہین کہ تم کو میلان طبع مین کمی بیشی سے منع نہین کیا گیا۔ کیونکہ اس سے بچنا تمہاری طاقت سے خارج ہے تمکو اس امر کی ممانعت ہے کہ اس تفاوت کا اپنے قول یا فعل سے اظہار کر دینے سونے بیٹھنے اٹھنے مین ایک ہی کے ہو رہو

امام شافعی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نوبت نفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے ۔ اے خدا یہ میری ان امور مین تقسیم ہے جنکا مجھے اختیار ہے اور تو جانتا ہے جس کی تقسیم مین مساواۃ کا مجھے اختیار نہین ہے ۔"

تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اس قول خداوندی کی کہ تم پورا عدل ہرگز نہ کرسکو گے

لان العدل ان لا یقع میل البتۃ و ھو متعذر و لذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم بین نسائہ فیعدل و یقول ھذا قسمی فیما املک فلا تاخذنی بما تملک ولا املک ۔ فلا تمیلوا کل المیل بترک المستطاع والجور علی المرغوب عنھا فان ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ ۔

(بیضاوی [illegible])

یہ وجہ ہے کہ پورا اور حقیقی عدل تو یہ ہے کہ کسی قسم کا میلان کسی عورت کیطرف نہ ہو ۔ اور یہ امر محال ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مین (نوبت ونفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے اے خدا یہ میری اس امر مین تقسیم ہے جسکا مین مالک ہون ۔ پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم مین مواخذہ نہ کریو جسکا مالک تو ہے مین نہین ہون ۔ بالکل جھک پڑنا یہ ہے کہ جسقدر تقسیم ہو سکے وہ بھی ترک کردین اور جس عورت کیطرف رغبت نہ ہو اوسپر ظلم کرین اس لیے منع کردیا ہے کہ جو چیز سب کی سب ہاتھ نہ آوے وہ سبھی چھوڑی نہین جاتی ۔

اسیا ہی **معالم التنزیل** وغیرہ تفاسیر مین ہے ۔ اور اسکا خلاف ہمنے پرانی تفسیرون مین کہین نہین دیکہا ۔ **اسوقت کے** دو اثرایل **ریفارمرون** نے اس شرط عدل کے بیان مین خامہ فرسائی کی ہے تو تحقیق وتدقیق کی راہ اختیار نہین فرمائی **ایک صاحب** نے تو تحقیق سے بالکل ہی کام نہین لیا اور ایک طولانی (اگرچہ لاطائل) بحث سے زعم خود یہ ثابت کیا ہے کہ عدل سے مراد اس حکم مین کل الوجوہ مساوات

طبع و محبت وغیرہ میں) مساوات مراد ہے ورنہ یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ اس معنے کر مساوات انسانی طاقت سے خارج ہے اسپر غور نہیں کیا اور نہ اس کے **سوال کا کچھ جواب** دیا کہ اس صورت میں خدا تعالیٰ کا تعدد ازدواج کی اجازت دینا (جو بعض تمدنی صورتوں اور خاص حالتوں میں آپ کے نزدیک بھی مسلم ہے) اور اس اجازت کو ایک ایسی شرط سے جو محال اور انسانی طاقت سے خارج ہے مشروط و مقید کرنا کیا معنے رکھتا ہے اور ایسی اجازت سے جسکی شرط کا وجود محال ہو فائدہ کیا نکلتا ہے۔

خدا حکیم کی شان کو یہ کب مناسب ہے کہ وہ ایک امر کی اجازت دے پھر اسکو ایک ایسی شرط سے جسکا وجود محال ہو مقید و مشروط کر دے۔ جیسے کوئی نادان کسیکو دریا میں کودنے کا حکم دے اور اسکے ساتھ یہ شرط لگا دے کہ وہ دامن تر نہ کرے

بحث عدل کے خاتمہ پر آپ کا یہ کہنا کہ خدا تعدد ازدواج کی اجازت اس وقت ہر کہ حسب مقتضائے طبیعت شائع و ضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق و تمدن اس کی اجازت دے اور خوف عدل باقی نہ رہے جس سے آپکی مراد شاید یہ ہے کہ محل عدل باقی نہ رہے یعنی پہلی عورت مر جائے یا بیکار ہو جائے چنانچہ اس سے پیشتر اسپر اپنے تصریح کی ہے) اس سے وہ سوال اٹھ نہیں سکتا بلکہ اور پختہ ہوتا ہے کیونکہ اسمیں صاف اعتراف پایا جاتا ہے کہ جب تک پہلی عورت موجود اور کار آمد ہو دوسری عورت کے ساتھ عدل ناممکن ہے۔ پھر تعدد ازدواج کی اجازت کیا معنے رکھتی ہے

دوسرے صاحب اپنی تجویزی معنے عدل پر اس سوال کا وارد ہونا سمجھ گئے ہیں اور وہ اس سے بچنے کے لیے یہ مسلک اختیار کیے ہیں۔ کہ یہ آیت جس میں عدل کی قید لگائی گئی ہے از قسم نہی ہے نہ از قسم اوامر یعنے اس سے مقصود تعدد نکاح سے روکنا ہے نہ اوسکی اجازت دینا

آپ فرماتے ہیں "آیت تحلیل تعدد ازدواج (شاید یہ لفظ ہو) ہے" آپ کی قلم سے نکل گیا ہے آپ اپنے اصل مقصود کو پیش نظر رکھتے تو اس آیت کو آیۂ تحریم تعدد ازدواج کہتے کہ پہلی جزو سے اذن مطلق مفہوم ہوتا ہے مگر دوسرا جزو پہلی جزو کی شرط واقع ہے اور فرائض ضروری کے قبیل سے ہے۔ پس جو شخص جزو ثانی اور اسکے لوازم کی تعمیل نہ کرے تو بمفاد اذا فات الشرط فات المشروط۔ اوس نے یہ فعل یقیناً خلاف اسلام کیا۔ اور خدا تعالے کا گنہگار ٹھہرا۔ پس بہ حیثیت حکم تعدد ازدواج کو از قبیل نواہی سمجھنا چاہیے نہ از قبیل اوامر اس سے جو ذرا سا پہلو جواز کا نکلتا ہے بموجب آیت سے اذن مفہوم ہوتا ہے فی الواقع اس آیت سے انتفا ... کے لعدم ہونا ہی لازم آتا اس تقدیر و تقریر پر بے شک وہ سوال تو وارد نہیں ہوتا مگر اس سے بڑھکر اور سخت ایک یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس صورت میں تعدد ازدواج کو صاف اور صریح الفاظ۔ اور کھلے پیرایہ میں حرام و ممنوع کہنا مناسب تھا جس کو قرآن کے مخاطبین سے کس و ناکس جو اس تعدد ازدواج میں مبتلا تھے (حضرات عرب کے اونٹ بکریاں چرانے والے) بخوبی سمجھ سکتے۔ نہ ایسے لفظ سے جس کے معنی مراد کو بجز آپ دو صاحبوں کے آجتک کسی نے نہیں سمجھا۔ اور ایسے پیرایہ میں جسکو آپ دو میں سے بھی صرف ایک صاحب نے سمجھا ہے۔

خدا تعالے حکیم اور ہادی ہے اور قرآن فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے پھر کیا خدا کی ہدایت و حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کا یہی مقتضا ہے کہ ان کا مطلب تو تحریم تعدد ازدواج ہو مگر اس مطلب کو وہ اس قسم کی صریح پیرایہ میں کہ تم پر ایک عورت سے زائد حرام ہیں یا تم کو ایک وقت میں دو عورتوں کا نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے ادا نہ کریں بلکہ ایسے پیرایہ میں کہ اس تحریم کی ضد تحلیل ازدواج کو ایک ایسی شرط (عدل) سے مشروط و مقید کر دیں جسکا محال ہونا

مخاطبین سے بجز دو شخصوں کے کسی کے خیال میں نہ آئے سب ہی اسکو جائز الوقوع اور ممکن سمجھیں۔ و بنائے علیہ وہ اس بیان سے تعدد نکاح کا جواز استنباط کریں۔ (چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا ہے عام مسلمانوں نے اس آیتہ کو جو آپ کے نزدیک دلیل تحریم اور از قبیل نواہی ہے دلیل تحلیل تعدد ازواج اور از قسم اوامر سمجھ لیا۔

س پیرایہ بیان سے (اگر اس سے مقصود خداوندی تحریم تعدد ازواج قرار دیا جائے) خدا کی ہدایت اور حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کو بٹہ لگتا ہے جس سے خدا کے مقدس اور اسکا کلام پاک و منزہ ہو

دوسرا اعتراض یہ کہ اس صورت میں جواز تعدد نکاح پر جسکو آپ لوگون نے بعض خاص حالتون میں مسلم رکھا ہے۔ آپ لوگوں کے ہاتھ میں کوئی شرعی دلیل نہین رہی۔ قرآن مین صرف یہی ایک آیتہ ہی جس سے تعدد ازدواج کا جواز بشروط ثابت ہوسکتا ہے اور اسکو آپنے دلیل حرمت ٹھرایا ہے۔ اور احادیث نبویہ پر جواب مین مین آپ لوگون کا اعتماد نہین ہے ہے تو ان میں آپ کے شروط جواز کی تفسیر نہین ہے **لہذا** وہ آپ لوگون کے مدعا کی دلیل نہین ہوسکتیں۔ پھر آپ لوگون کے ہاتھ مین نقلی دلیل جواز تعدد نکاح کونسی ہے؟

* اصل عبارت جناب یہ ہے "یہ بات ناظرین کے ذہن نشین رہے کہ تعدد ازدواج مصالح وقت پر موقوف ہے بعض زمانوں مین اور بعض حالات مخصوصہ تمدن مین یہ رسم عورتوں کو فاقہ کشی اور فلاکت سے بچانے کے لیے ضروری و لابدی ہو جاتا ہے یہ ایک امر واقعی ہے۔ لہذا اس سے چشم پوشی نہین ہوسکتی"

اس تحقیق و تدقیق سے ثابت ہوا - کہ عدل سے مراد اس حکم مین ظاہری اور اختیاری امور (نوبت و نفقہ) مین مساوات ہے نہ باطنی و غیر اختیاری امور (محبت دلی و میل خاص) مین مساوات - اور اس مراد کے ساتھ یہ حکم سوم عقل و قانون قدرت و انسانی طبیعت کے عین مطابق ہے بوجہ ان ضرورتون کی نظر سے جو تعدد نکاح کے لیے بیان ہوئی ہین یہ تعدد نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے -

ان مسائل و احکام ثلثہ کو قید قلم مین لانے کے بعد ہمنے امۃ محمدیہ کے ایک روحانی حکیم حضرت **شاہ ولی اللہ** دہلوی قدس سرہ کی کتاب **حجۃ اللہ البالغہ** (جو واقعی اسم بامسمے ہے) ملاحظہ کیا تو اس مین بھی اپنی تفصیل کا اجمال پایا - اور اس توارد و توافق پر خدا ے تعالے کا شکر ادا کیا - اس مقام مین **اس کتاب** کی **عبارت** کا نقل کر دینا ضروری ہے کیونکہ ہم کو اپنے بعض خصوصًا (عیسیٰ بھائیون اہلحدیث سے جو اپنے تئین مجتہد بانیم ملا ہین) یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہم کو بیان شروط تعدد نکاح مین متفرد قرار دینگے اور اس سے یہ نتیجہ نکال لین گے کہ ہمنے تعدد نکاح کو شروط لگا کر مٹا دیا یا بہت محدود کر دیا ہے -

اب بھی وہ ہمپر یہ الزام لگانا چاہین تو پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا کلام بلا عنت نظام کسی سے پڑھوا کر سن لین اسکے بعد جو کہنا ہو سو کہین **حضرت** ممدوح فرماتے ہین منجملہ ان امور کے جن سے ناجائز عورتون کے نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے

ومنها العدد الذی لا یمکن الاحسان الیه فی العشرة الزوجیة فان الناس کثیرا ما یرغبون فی جمال النساء و یتزوجون منهن ذوات عدد و ربما یؤثرون منها حظیة و

ایک وہ تعداد ہے جسمین معاشرت مین خوبی ناممکن ہے - کیونکہ اکثر لوگ عورتون کی خوبصورتی مین راغب ہوتے ہین اور کئی عورتون سے نکاح کر لیتے ہین پھر ان مین سے اس عورت کو جس سے انکو

یترکون الاخریٰ کالمعلقة لا هی
مزوجة حظیة تقر عینها ولا هی
ایم یکون امرها بیدها ولا یمکن
ان یضیق فی ذلک کل تضییق فان
من الناس لا یحصنہ زوج واحدة و
اعظم المقاصد التناسل والرجل
یکفی بتلقیح عدد کثیر من النساء
وایضًا فالاکثار من النساء شیمة
الرجال وربما یحصل بہ المباهاة
فقدر الشارع باربع وذلک ان
الاربع عدد یمکن لصاحبہ
ان یرجع الی کل واحدة
بعد ثلث لیال وما دون لیلة لا
یفید فائدة القسم ولا یقال فی ذلک
بات عندها وثلث اول حد کثرة
وما فوقها زیادة الکثرة وکان للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم ان ینکح ما شاء
وذلک لان ضرب هذا الحد انما
هو لدفع مفسدة غالبیة دائرة
علی مظنة لا لدفع مفسدة عینیة
حقیقیة والنبی صلی اللہ علیہ وسلم

حظ حاصل ہوتا ہے سنبہال بیٹھتی ہین اور
دوسرے یہ کہ اوسمین چھوڑ رکھتے ہین
پہر نہ تو وہ شوہر والی ہوتی ہین جس سے
اونکی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچے اور نہ رانڈ
کہلاتی ہین کہ وہ اپنا نکاح دوسرے
سے کرلین اسباب مین یہ بہی ممکن
نہین ہے کہ ہر ایک کو ایک ہی جورو
رکھنے کے حکم دین - اور اس دائرہ
کو ہر طرح سے تنگ کردین - کیونکہ
بہت لوگ ایسے زقوی و توانا ہین
جنکی دفع ضرورت بشری کے لیے ایک
عورت کافی نہین ہوتی - اور نیز نکاح کے
بڑے مقاصد (اغراض) سے نسل
بڑہانا ہی ہے - اور ایک مرد کئی عورتون
سے نسل لینے کے لیے کافی ہوتا ہے -
عورتون کی کثرت مردون کی ایک طبعی
صفت بہی ہے مگر اس مین کبہی انسان
حد تفاخر کو پہنچ جاتا ہے (جو بلحاظ اخلاق
مذموم ہے) اسلیے بانی اسلام نے اس
کثرت کی حد چار عورتون سے مقرر کردی ہے
اوسکی وجہ (ایک یہ) ہے کہ کثیر الازواج

قد عرف المظنة فلا حاجة له فی المظنة وهو مامون فی طاعة الله وامتثال امره دون سائر الناس ۔

حجة الله البالغه صـ ۳۲۰

مرد تیسری شب کے بعد تو ایک عورت کے پاس شب باشی کرے ۔ سالم رات سے کم میں تقسیم کا کچھ فائدہ نہین ہوتا اس صورت مین یہ نہین کہا جاتا کہ وہ کسی عورت کے پاس رات رہا ۔ تین کا عدد کثرت کی پہلی حد ہے اور اس سے اوپر اجزا ایک ہو کر کثرت مین زیادتی ہے ۔ انحضرت صلی الله علیہ وسلم کو یہ اختیار تھا کہ جسقدر چاہین نکاح کرین اسکی وجہ یہ ہے کہ تعداد کا مقرر کرنا مفاسد (یعنی عدم مساوات یا اور مفاسد جو عورتون جانب سے ہون) کو روکنے کے لیے ہے جنکا وقوع غالباً مظنون ومحتمل ہوتا ہے نہ ایسے مفاسد کو روکنے کے لیے جو ہر ایک محل مین دمبدم نقد اور یقیناً موجود ہون ۔ انحضرت صلی الله علیہ وسلم کو چونکہ ظاہری اپنے حالات و علامات کا علم تھا ۔ اس لیے آپکو اپنے معاملہ مین ظن و احتمال پر اعتماد کی ضرورت نہ تھی وہ خدا کی اطاعت اور امتثال حکم مین مامون تھے اور لوگ اسمین مامون نہ تھے لہذا انکے لیے بنا بر ظن و احتمال مفاسد ایک روک ضروری تھی ۔ نہ آپ کے لیے۔ اس کلام مین حضرت شاہ صاحب کے ہمارے بیان کی پوری تائید ہے اور علاوہ برین ان اعتراضات کے جواب بھی موجود ہین جو مخالفین اسلام اس حکم سوم پر وارد کرتے ہین آنرا انجملہ ایک یہ اعتراض کہ اگر تعدد نکاح کی اجازت ایک عورت سے اغراض نکاح پورے نہ ہونے کی وجہ سے ہے ۔ تو پھر اس تعدد کا انحصار چار عورتون مین کیون ہوا ۔ جس شخص کے اغراض چار عورتون سے پورے نہ ہون اسکو پانچ عورتون سے نکاح کی اجازت کیون نہین ہے ۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر چہ کہ تعداد کوئی معنی نہین رکھتا اور وجہ انحصار رکھتا

ہے - تو پیغمبر اسلام نے چار سے زیادہ عورتون سے کیون نکاح کیا - حضرت شاہ صاحب نے ان اعتراضات کے جو جواب دیے ہین وہ کسیقدر تفصیل وزیادت طلب ہین ہم اس تفصیل وزیادت کے ساتھہ ان جوابات کی تقریر کرتے ہین -

پہلے اعتراض کا جواب

مردون مین بہت سے لوگ ایسے ضعیف الجسم والقوے ہین کہ وہ ایک عورت کے لائق بھی نہین ہوتے - ان لوگون کے لیے اللہ تعالے نے ایک عورت کی بھی اجازت نہین دی (چنانچہ مسئلہ اول مین بیان ہوا ہے) اور بہت ایسے ہین جو صرف ایک عورت کو نبہا سکتے ہین اون کے لیے ایک ہی عورت متعین ہے (جیسا کہ حکم سوم سے ثابت ہے) **بعض کثیر** ایسے ہین جو ایک عورت سے اپنی اغراض کو پورا نہین کر سکتے - ان کے لیے حصر کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کی غرضین (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) دو ہین - حفظ شخص (۱) حفظ نوع (۲) -

دوسری غرض کا ایک عورت سے کسی شخص کو حاصل نہ ہونا (یعنے اسی سے مطلق اولاد - یا اولاد نرینہ کا پیدا نہ ہونا) کس وقت کس کو معلوم ہو سکتا ہے - اور یہ بیگمان باطن کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات مین موجود ہے - نا وقتیکہ متعدد محلون مین اسکا امتحان نہو ہو نہین سکتا - لہذا ایک عورت سے اوسکی اولاد نہ ہو تو دوسرے نکاح کی دوسری سے بھی نہ ہو تو تیسری کی تیسری سے بھی نہ ہو تو چوتھی کی اجازت اس کے لیے صریح انصاف ہے **چار سے اوپر** باوجود یہ نہ ہونے اس غرض کے اجازت نہین دی گئی - کہ اس عدد کے بعد یہ یقین یا غلبہ ظن پیدا ہوتا ہے - کہ یہان جو قصور ہے میان ہی کی طرف سے ہے - بیبیان بے قصور ہین - میان کے نطفہ مین تولید کی قوت نہین ہے - ہر تو ایسی مغلوب

ہے جبکہ محل کی قوت غلبہ رکہتی ہے اسلئے اولاد نہیں ہوتی ہے تو ضرور نہیں ہوتی اس نطفہ سے پانچوین یا چھٹے محل مین بہی اسی نتیجہ کی امید ہے۔ اسمین داخلی یا خارجی اسباب سے وہ قوت پیدا ہوگی۔ تو موجودہ محلون سے ہی وہ غرض پوری ہوجائیگی۔ پس یقین یا غلبہ ظن کے حصول کیوجہ یہ ہے کہ تین کثرت کی اول حد ہے اور چوتھی کی اجازت سے اس کثرت پر بہی زیادتی ہوئی۔ چہارم محل مین بہی اس نطفہ کی بیکاری ثابت ہوئی تو آیندہ کسی اور محل مین اسکے امتحان کی ضرورت باقی نرہے ممتحن اور حاکم کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین دفعہ کسی امتحان مین فیل ہو جاوے یا تین دفعہ کوئی خطا کرے وہ پہر اس امتحان مین شامل نکیا جاوے اور اسکی خطا معاف نہو مگر شارع اسلام رحیم و کریم ممتحن و حاکم ہے اسلئے تین دفعہ کے فیل شدہ امیدوار کو اسکے حق سے بڑہکر ایک دفعہ اور بہی امتحان دینے کا اختیار دیا اس مین بہی وہ فیل ہوا تو اسکو کوئی عذر و سوال کا موقع نرہا علاوہ برین چار سے زیادہ عورتون کی اجازت دینے مین عموماً عورتون کی حق تلفی کا بہی خوف ہے۔ اور اس شخص کے محل تہمت ہونے کا اندیشہ ہے جسکا بیان بحث متعلق غرض اول مین عنقریب آتا ہے۔

پہلی غرض کا ایکعورت سے پورا نہو محل اشتباہ اور مظنہ کذب و تہمت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی حاجت ایک ہی عورت سے پوری کرسکتا ہو اور پہر وہ صرف حسن پرستی اور نفس پروری کے شغل نکاح کرنا چاہتا ہو اور یہ بہی ممکن ہے کہ اسکی حاجت ایکعورت سے پوری نہوتی ہو لہذا اس غرض کے طالبون کیلیے ایک ایسی تحدید نہایت ضروری تہی جس سے شہوت پرستی بڑہ نسکی اور حاجتمند کو تنگی نہ پہنچے اس تحدید کے لیے بہی وہی چار کا عدد اسیوجہ سے اختیار کیا گیا کہ تین کثرت کی اول حد ہے اور چوتہی اوس پر زیادت ہے جسکے بعد جہوٹے اور حیلہ ساز کو سوال کیجگہ نہین رہتی اور سچے حاجتمند کی حاجت بہی اس عدد سے کافی طور پر پوری ہوسکتی ہے۔ پہر اگرچہ عموماً عورتون سے قوی جسمانی و شہوانی مین بڑہکر ہوتے ہین اور اسیسے تعدد نکاح کے جواز کی بنائے ہے۔ مگر یہ زیادت عموماً چار گونہ سے زائد نہین ہوتی بلکہ

* یہ بات تجربہ طبی اور دلیل عقلی سے ثابت ہے کہ اولاد کا نرینہ ہونا مرد کی منی کے غلبہ قوت پر موقوف ہے۔ رحم کی رطوبت یا بیضون کو رجل نطفہ مرد کے ساتھ ملکر ایسی خبر دیتی ہے جیسے تخم زراعت کو ساتھ ملکر اجزا زمین جز زراعت کو اسکو ڈاکٹر منی کہتے ہیں غلبہ ہوگا تو اولاد نرینہ ہوگی ایسا ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین آیا ہے فاذا اجتمعا فعلا منی الرجل منی المرأة اذکرا باذن اللہ واذا علا منی المرأة منی الرجل انثا باذن اللہ —

ہم اکثری تجربہ ومشاہدہ کے بہروسہ پر کہہ سکتے ہین کہ چار گونہ نسبت ا
حد ہے - ہمارا یہ دعوی نہین ہے کہ ہر ایک قوی مرد ہر ایک ضعیف
نسبت رکہتا ہے جسکے مقابلہ مین کوئی یہ دعوی پیش کرے کہ بعض عورتون
حصہ زیادہ قوت رکہتی ہین ہمارا دعوی صرف یہ ہے کہ دونو جانب
لحاظ ہو تو اس نسبت سے بڑہ کر زیادت نہ نکلیگی وبنا بر علیہ ایسا مرد
جس کو قوت شہوانی صرف کرنے کے لیے ایک وقت مین کو
کافی نہ ہون*-

قوی سے قوی مرد نکاح کرنا چاہے تو اس حکم شریعت کے مطابق جب
عورت کو اچھی طرح دیکہہ کر قوی و توانا اور اپنے جوڑ کے موافق
اس عورت کو حمل ورضاعت وغیرہ خارجی وداخلی اسباب
اوس کی تحمل کے لائق نہ رہنے دین تو پہر پہلی سے بڑہکر دوسری
سے نکاح کرے - وہ بہی اس کے متحمل نہ ہو سکے تو پہر اس سے بڑہکر
علی ہذا القیاس چوتہی جیسے جب وہ اس کو شش وتنگ دو کے ساتھ کثرت

* بہتری سلاطین اسلام نے (جنکو ننگ اسلام کہا جائے تو بجا ہے)
جو صدہا عورتین گہیر رکہین تہین اسکی وجہ یہ نہ تہی کہ چار عورتین
لیے کافی نہوتین - بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اسلامی
اصول کی پابندی سے بہی خارج ہوگئے تہے - اور حیوانات کی طرح جس
کرتے اس سے جنبت ہو جاتے پہر اسکو حرم سرا میں داخل کرکے دوسری
کی طرف متوجہ ہوتے اسیطرح گلہ جمع ہو جاتا تہا غیرون کے کام آ
سیرت انسان صورت افراد کا فعل اسلامی قواعد پر اعتراض
نہین ہو سکتا -

متحمل ہوجائے گی۔ اور جو ہر کا شوہر کہلائے گا تو غالباً اس کا کام بھی تمام ہوجائے گا۔ اور
اگر کوئی ایسا ہی چھپا رستم نکل آئے جو چار قوی و توانا عورتوں کا کام تمام کر کے بھی خود
تازہ دم رہے تو اسکی حاجت روائی کے لیے پانچوین یا چھٹی عورت سے اجازت دینے
کی نسبت کم حرج و سہل العمل یہ تدبیر ہے۔ کہ وہ پہلی چار اسامیوں کو یکے بعد دیگرے
یکے بعد دیگرے یا یکبارگی جیسے ضرورت و موقع ہو طلاق یا آزاد کر ڈالے اور ان کی جگہہ
چار اور یکے بعد دیگرے یا یکبارگی بھرتی کر لے۔ انکو بھی وہ چھپا رستم بہ دستور
تمام کر کے چھوڑ کر چار اور کرے وعلیٰ ہذا القیاس۔
ایسے شخص مفروض الوجود والصفات کو چار کی موجودگی مین پانچوین کی اجازت
دیجائے تو اس مین گو اس خاص شخص کے لیے کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے مگر اس
سے ضرر عام کا اندیشہ ہے اس سے وہ حصر (جو بنظر اکثر اشخاص کافی و مناسب ہے) ٹوٹ
جائے گا۔ اور دیندار ✱ بدمعاشوں و عیاشوں کو ایک حیلہ و بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ وہ
بہت سی عورتوں کو گھیر لینگے اور مخلوق خدا کی حق تلفی کرینگے۔
چار کی تحدید و حصر مین عورتوں کی محافظت حق کا بھی لحاظ اور یہ مقصود ہے
کہ ایک عورت کو جو کثیر الازواج کے نکاح مین ہو۔ کم سے کم تین دن کے بعد تو باری
رات کی باری تقسیم مین آوے جس سے اسکو سیر چشمی و طمانیت دلی حاصل ہو اور بلا ارادہ
انتظار سے نجات ہو ایک ہی شب مین کوئی سب عورتون سے ہمبستر ہو لے تو اس سے
کسی طمانیت نہ ہوگی۔ اور یہ بات نہ کہی جا سکے گی کہ وہ شخص کسی عورت کے
پاس شب باش ہوا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

تقریر جواب اعتراض اول سے ثابت ہو چکا ہے کہ تعدد نکاح سے روکنے اور ایک کے لیے چار
کی حد مقرر کرنے کی بنا صرف طلب پر ہے۔ پہلی غرض سے تعدد نکاح کا کوئی طالب ہو

✱ دیندار انکو انکے دعوی کے بموجب کہا گیا ہے۔ اور حقیقت مین وہ بدمعاش ہین۔

تو چار عورتوں کے بعد اس شخص کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات میں موجود ہے۔ عورتوں کا اس میں قصور نہیں ہے۔

دوسری غرض یعنی طالب تعدد کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ وہ چار عورتوں سے غرض دوم حاصل نہ ہونے کے وتیرے میں جیتا ہے اور انہیں زیادتی صرف شہوت پرستی اور نفس پروری کے لیے چاہتا ہے اور یہ ایک بدظنی تو عموماً ہوسکتا ہے کہ کثرت ازواج کی حالت میں وہ عورتوں کی حق تلفی کرے گا۔ اور ان میں عدل نہ کرسکے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اُن ظنون اور بُرے گمانوں سے پاک ومبرا تھے اور اپنا حال وہ یقیناً جانتے تھے اور بے اعتدالی کے خوف سے مطمئن تھے لہذا آپ کے لیے وہ تحدید جو صرف مظنہ پر مبنی تھی) ضروری نہ تھی

ٍ حضرت شاہ صاحب کی یہ رائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتوں کی تحدید نہ تھی" بعض صحابہ وتابعین کی رائے ہے بعض اور صحابہ وتابعین اس رائے کے مخالف ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان نو ازواج کے بعد دوسری عورت کو نکاح میں لاتے یا ان میں سے کسی کو طلاق دیکر اوس کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی اور وہ اس قول خداوندی سے استدلال کرتے ہیں جو سورۂ احزاب میں ہے کہ لے نبی تجھے ان عورتوں کے سوا کوئی عورت نکاح میں لانا یا ان عورتوں کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ انکا حسن تجھے خوش لگے۔

> ولا يحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل
> بهن من ازواج ولو اعجبك حسنهن
> (احزاب ۴۹)
> ای بعد هو لاء التسع زاد السعود

اس رائے جمہور کی بنا پر اس تحدید کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی بدظنی اور خوف حق تلفی نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحدید

یہ حضرت شاہ صاحب کے جواب کی تقریر وتفصیل ہے - مگر یہہ جواب ان ہی لوگون کے لیے طمانیت بخش ہے - جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق مانکر اور ان ظنون سے بری جانتے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور دین اسلام سے منکر اس جواب کو تسلیم نہ کرین گے ان کے لیے ہم آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی حالات متعلقہ نکاح کی تفصیل کرتے ہین - جسکو نظر انصاف سے دیکھکر مخالف ومنکر کو بہی (اگر وہ عناد سے مبرا ہو) یقین ہو سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ان ظنون سے مبرا تہے اور خوف وبدگمانی (شہوت پرستی - نفس پروری - حق تلفی دنیا الضائی) کے محل نہ تہے -

یہ امر مخالفین ومعترضین کے نزدیک بہی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ...

مین آپ اپنی امت کے لیے ایک عمدہ نمونہ نہین اور آپ کے حکم وقول وفعل پر مخالفت فعل کا اعتراض نہ ہو - اس رائے کے بموجب آپ کے لیے اس تحدید مین ویسی ہی تشدید ہے جو امت کے لیے چار کی تحدید مین ہے بلکہ آپ پر اس تحدید مین بڑہکر تشدید پائی جاتی ہے - امت کو تو ہمیشہ کے لیے اختیار ہے کہ چار کی حد تک جتنی عورتون کو چاہین نکاح مین لا دین - پہلی چار بیکار ہو جائین یا موافق مقصود نہین تو ان کی جگہہ چار اور نکاح مین لے لین - اسیطرح اور چار وعلی ہذا القیاس بیسون عورتون سے نفع اٹہائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ سخت تحدید ہوئی کہ بس ان ہی نو عورتون پر (جنمین اکثر بڑہیا تہین - اور صاحب اولاد نہین تہین) صبر کرین ان مین سے کوئی مرجائے خواہ کیسی ہی بکار وہ زنکمی حالت کو پہنچ جاوے اسکی جگہہ بہی دوسری کو (خواہ وہ آپکو بالفرض خوبصورت معلوم ہو) نکاح مین نہ لائین - اس تحدید کی توجیہ ہو تو اس (ترک الحلیہ) اور پہلی رائے (عدم تحدید) مین معنوی کے نظر سے مخالفت نہین رہتی گو صورت مین مخالفت ہے

خدیجہ بنت خویلد وهی اول من تزوجها صلی الله علیه وسلم ولها یومئذ من العمر اربعون سنة وکان له صلی الله علیه وسلم خمس وعشرون ثم لم ینکح النبی صلی الله علیه وسلم علیها امرأة حتی ماتت (زاد المعاد وجامع الاصول ص ۲۷) توفیت علی الصحیح بعد النبوة بعشر سنین فاقامت معه صلی الله علیه وسلم خمس وعشرین سنة (قسطلانی ص ۱۵ جلد ۶)

وفی العاشرة من النبوة توفیت خدیجة وهی بنت خمس وستین سنة (مجمع البحار) ثم تزوج بعد وفاتها بایام سودة بنت زمعة القرشیة ثم تزوج بعدها الصدیقة بنت الصدیق عائشة ولم یتزوج بکرا غیرها (زاد ص ۲۶ مجمع ص ۵۳۲)

سلم نے عنفوان شباب سے پچاس سال تک صرف ایک بیوی حضرت خدیجہ پر جنکی عمر بوقت نکاح چالیس سال کی تہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اسوقت پچیس برس کی) اکتفا کیا اور اپنی جوانی کے پچیس سال اسی (بزرگ اور صالحہ) بڑہیا کے ساتہ بسر کیے۔ وہ پینسٹھ سال کی عمر کو پہنچکر فوت ہوئی تب آپنے اور نکاح کیے جبکہ آپ کی عمر پچاس سال کی ہوگئی۔ اور یہ بہی ان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کے ازواج مطہرات سے کنواری صرف ایک بیوی (عائشہ صدیقہ) تہی باقی سب رانڈ بیوہ تہیں۔ جنمین بعض کی عمر بوقت نکاح تیس سال سے اوپر اور بعض کی پچاس سے اوپر تہی۔ اور ان مین بعض عاجز و بیکس تہین بعض صاحب الرحم اور جانی دوستون کی اولاد بعض آپ کے دشمنون اور مخالفین اسلام کی ذریات۔

اور اس امر کی تسلیم سے بہی انکو چارہ نہ ہوگا کہ اس زمانہ مین جبکہ آپ کے نکاح مین نو عورتین موجود تہین اور اس سے پیشتر آپ کی عیش (کہانے پینے)

* دیکھو کتاب جان ڈیون پورٹ مسمی بہ عذر تقصیر حضور محمد و قرآن مین وہ عبارت جو صفحہ ۱۹۲ مین منقول ہے۔

‡ جیسے ام حبیبہ و میمونہ۔

کا یہ حال تہا۔ کہ جو کی روٹی سے آپ نے دو روز اور گیہون کی روٹی سے
تین روز متواتر پیٹ بہر کہانا نہین کہایا۔ اور مہینون آپ کے دولت خانہ
مین چولہا گرم نہین ہوا۔ صرف پانی پر گذارا رہا۔
کسی شب آپ کے حرم سرا مین چراغ نہ جلتا ٹاٹ یا دھوڑ کی جسمین پوست
خرما بہرا ہوا تہا آپ کا بستر ہوتا جس
تہا اس مین آپ اس جہان سے رخصت
ہوئے جبتک دو پیوند ون سے تو بر تو
تہا آپ فوت ہوئے ہین تو آپ کی زرہ
دو من غلہ جو کے بدلے ایک یہودی کے
پاس گرو تہی۔ فروتنی و نفس کشی کا یہ
عالم تہا کہ اپنے گہر کے کام آپ بذات
خود کرتے اپنے میلے کپڑے اپنے ہاتہ
سے دہوتے اپنا کپڑا جوتا آپ خود سیتے
اپنی بکری آپ دوہتے وعلی ہذا القیاس
اور بے نفسی کے امور مین جنکو غیر مذہب
کے مصنفون نے بہی تسلیم کیا ہے[*] اور
یہ سب کچہ اسوقت مین ہوا تہا جب کہ
عرب و یمن و شام کا ملک آپ کے زیر
سلطنت و حکومت ہو چکا تہا روپیہ اشرفی
سب کچہ میسر آتا تہا۔ مگر جو آتا راہ مولے
مین صرف کیا جاتا نفس کا حصہ اسمین

عن عائشة ما شبع آل محمد من خبز
الشعير يومين (مشكوة صـ ۴۳۰)
وعنها ما شبع آل محمد صلى الله عليه
وسلم منذ قدم المدينة من طعام بر
ثلث ليال تباعا حتى قبض بخاري صـ
وعنها كنا ننظر الى الهلال في الشهرين
وما اوقدت في ابيات رسول الله صلى
الله عليه وسلم نار (بخاري صـ ۲۵۶)
وعنها في حديث صلوة الليل والبيوت
يومئذ ليس فيها مصابيح (بخاري صـ ۵۶)
وعنها كان فراش رسول الله صلى الله
عليه وسلم من ادم حشوها ليف
بخاري صفحه ۹۵۶ وعنها ...
حفصة ما كان فراش رسول الله صلى
الله عليه وسلم في بيتك . قالت مسحا
الخ (شمائل ترمذی صـ ۲۵) عن ابي هريرة قال
اخرجت الينا عائشة كساء ملبدا

[*] دیکہو سیل کا دیباچہ ترجمہ قرآن۔

قالت فی هذا نزع روح النبی صلی الله علیه وسلم بخاری ص ٦٣٤ توفی النبی صلی الله علیه وسلم ودرعه مرهونة عند یهودی بثلثین صاعا (بخاری ص ٤١٢) کان رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مهنة اهله تعنی خدمة اهله (بخاری صفحة) کان یفلی ثوبه ویحلب شاته ویخدم نفسه (شمائل ترمذی ص ٢٧) وربما یخیط ثوبه ویخصف نعله ویرقع دلوه (عینی شرح بخاری)

وفتح علیه فی حیاته صلی الله علیه وسلم بلاد الحجاز والیمن وجمیع جزیرة العرب وما دانی ذلک من الشام والعراق وجاءت الیه من اخماسها وجزیتها وصدقاتها ما لا یجبی للملوک الا بعضه وهادنه جماعة من ملوک الاقالیم فما استاثر لنفسه منه ولا امسک منه درهما بل صرفه مصارفه واغنی به غیره وقوی به المسلمین وقال ما یسرنی ان لی احدا ذهبا یبیت عندی منه دینار الا دینارا ارصده

کچھ نہ ہوتا یا بہت تہوڑا ہوتا آپ کے ان حالات اور آپ کے اکثر ازدواج کی صفات (بیوگی - پیرانہ سالی - دربدری وغیرہ) اور آپ کے نکاح کے اوقات وسنوات کی طرف بے تعصبی و انصاف کے ساتھہ نظر کرنے سے مخالف سے مخالف بھی تجزیہ نہیں کرسکتا - کہ آپ کا تکثر و تعدد نکاح شہوت پرستی ونفس پروری کی غرض سے تھا - شہوانی ونفسانی غرض سے یہ تکثر ہوتا تو اُسکا موقع بحکم ؎ نشاط عمر باشد تا بسی سال * چو چل آمد فرو ریزد پر و بال * چالیس سال عمر سے پہلا زمانہ تھا اور اس غرض کا حصول بھی آپ کے لیے سہل و آسان تھا - کیونکہ آپ اپنی قوم مین صاحب حسب و نسب تھے اور مکارم اخلاق مین ایسے مشہور و ممتاز کہ اپنی قوم سے "عادل" - "امین" "ثمال الیتامیٰ" (یتیمون کی پناہ) "عصمة الارامل" (رانڈون کے محافظ) وغیرہ القاب* حاصل کرچکے تھے - آپ نفسانی اغراض کہتی

* نبوت سے پیشتر آپ اپنی قوم مین عادل کہلاتے - اور انکی خصومت کا فیصلہ آپ کرتے (...)

لدیہ ذاتہ دنانیر مرۃ فقسمھا و
بقیت منھا بقیۃ فدفعھا لبعض
نسائہ فلم یاخذہ نوم حتی قام
وقسمھا وقال الآن استرحت ومات
ودرعہ مرھونۃ فی نفقۃ عیالہ
(شفا ص ۴۲)

اور ان اغراض سے عیش چاہتے تو عالم شباب میں رسم ورواج قوم کے مطابق بہت سی عورتیں نکاح میں لا سکتے تھے سو بھی جوان اور باکرہ جو نفسانی اغراض کا اصلی محل ہیں۔

اسپر اگر مخالفین یہ اعتراض کریں کہ جوانی کے وقت آپ تنگ دست تھے۔ اسلیے اسوقت اور نکاح نہیں کر سکے تو اس کا **جواب** یہ ہے ایک دو جوان عورتوں کے نکاح پر کونسا مال کثیر صرف ہوتا تھا، جس کے آپ متحمل نہ تھے اور اگر آپ ایسے ہی ہوتے تو یتیم ورانڈ عورتوں کی پرورش کرکے ان کے مربی وکفیل کیونکر کہلاتے۔

اس بات کو بھی کوئی نہ مانے تو تھوڑی سی دیر کے لیے منصفانہ اختیار فرما کر یہی خیال کرلے کہ اس تکثر وتعدد ازواج پر باعث آپ کے نفسانی اغراض ہوتے تو جسوقت آپ صاحب سلطنت اور ملک عرب ویمن وشام کے مالک متصرف ہو گئے اور اس تعدد نکاح کے (جو مخالفین کا محل اعتراض ہے) مرتکب ہوئے تھے اسیوقت آپ جوان اور باکرہ عورتوں سے (جو عیش ونفسانی اغراض کا

فرماتے اہل مکہ نے کعبہ کو اپنے وقت میں نئے سرے بنایا تو پہلا پتھر آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے رکھوایا اور یہ کہا کہ یہ "امین" ہے ہم اس کے ہاتھ سے پتھر رکھوانے میں خوش ہیں۔ ابوطالب نے آپ کی تعریف میں کئی اشعار کہے تھے جن میں آپ کو "امین" "صادق" وغیرہ وغیرہ خطابوں سے یاد کیا ہے ازانجملہ ایک یہ شعر ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

اصلی محل ہین) نکاح کرتے ومع ہذا کہانے پینے پہننے کے وہ سامان عیش مہیا کرتے جنمین آپ کے ہمعصر سلاطین عیاش منہمک تہے - اس کے کیا معنے ہین کہ طالب تر نفسانی اغراض کے ہون اور نکاح تیس چالیس اور پچاس برس کی عورتون سے کرین - اور پیٹ بہر کر کہانا نہ کہائین رات کو گہر مین چراغ نہ جلائین (جس سے بی بیون کی صورت دکہلائی دے) اور اسی قسم کے اور سامان رکہین جن سے عیش کی روح قبض ہو - شاید یہان کوئی یہ سوال پیش کرے کہ اگر ان متعدد نکاحون سے نفسانی اغراض پیش نظر نہ تہے تو اور کیا اغراض تہے اسکا جواب آیہ ہے - کہ آپکے اور آپ کے ازواج مطہرات کے ظاہر حالات و اوصاف کیطرف نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان نکاحون پر آپ کو باعث آپ کی وہی عالی صفات تہے جن کے سبب آپ "ثمال الیتامیٰ" وعصمۃ الارامل وغیرہ خطاب پا چکے تہے - یعنی رانڈون اور ان کے یتیم بچون کی پرورش اور بیکس اور عاجزون کی تربیت اور یہ بہی اس مین مقصود تہا کہ اپنے جان نثار دوستون سے احسان ومواسات اور دشمنون سے تلطف ومدارات جس سے ان کے دلون مین آپ کی اور آپکے دین اسلام کی محبت پیدا ہو - اور ان کا بغض وعناد جو مخالف مذہب کے سبب سے تہا کم یا دور ہو چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا اور ان نکاحون سے ان فوایدکا بخوبی ظہور ہوا اور اسی قسم کے اور بہت سے فواید ان سے ظاہر ہوئے ہین جن مین نفسانیت کا شبہ نہ تہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم جاودانی کیطرف رہگرا ہوئے تو آپ کے یہ نو ازواج تہے سودہ - عائشہ - حفصہ ام سلمہ - زینب بنت جحش

وتزوج بعد وفات خدیجہ سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ ثم ام سلمۃ ثم جویریۃ ثم زینب بنت جحش ثم زینب بنت خزیمۃ ثم ام حبیبۃ ثم صفیۃ ثم میمونۃ

÷ ہکذا فی الاصل ولعلہ سہو من الکاتب والصحیح ان تزوج جویریۃ تم بعد تزوج زینب - ایڈیٹر

> فماتت زینب بنت خزیمة توفی عن التسع البواقی (فی مجمع) و فی العاشرة من النبوة تزوج عائشة وسودة (مجمع البحار ص ۵۳۰)

جویریہ - ام حبیبہ - صفیہ - میمونہ

حضرت سودہ سے آپ کا نکاح نبوت کے دسویں سال ہوا - جسمیں حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا تہا - اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح ہوا -

> عبد بن زمعة بن قيس بن عبد الشمس القرشي العامري اسلم يوم الفتح و هو اخو سودة ام المؤمنين (قسطلانی ص ۱۰ جلد ۵)

حضرت سودہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تہا کہ بنی عبد شمس سے جنکی اولاد سے حضرت سودہ تہیں نسل اور اتحاد پیدا ہو اور ان میں سے اسلام کی اشاعت ہو چنانچہ فتح مکہ کے دن ظہور پاکر ظہور میں آیا ہے اور عبد بن زمعہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بہائی مشرف باسلام ہوا حضرت سودہ کا بیکس وطن ہونیکے ساتہ بیوہ ہوجانا بہی اس نکاح کا سبب تہا

> قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله بعثني اليكم فقلتم كذبت وقال ابو بكر صدقت وواساني بنفسه وماله (بخاری صفحہ ۵۱۷)
>
> قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امن الناس علي في صحبته وماله ابو بكر (بخاری ص ۵۱۶)

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تہا کہ حضرت صدیق اکبر کے جانی و مالی خدمات کا کسیقدر مکافات ہو اور انکی لخت جگر کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت ہونے کا شرف حاصل ہو جو انکی عزت و مکرمت کا بہی باعث ہو صدیق اکبر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہ جان و مال سے ایسی مواساة کی ہے جسکی نظیر اور کسی نے نہیں دکہائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہوکر فرمایا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے اسوقت میری رسالت کی تصدیق کی تہی جب تم نے تکذیب کی ہے ابوبکر نے جان و دل سے میری مواسات

* مدارج النبوة میں ہے کہ حضرت سودہ شروع زمانہ نبوة میں مشرف باسلام ہوئی تہیں انکا خاوند سکران نامی بہی انکے ساتہ مسلمان ہوگیا پہر انہوں نے ہجرت کی اور سکران نے حبشہ یا مکہ میں رحلت فرمائی تو آنحضرت نے انسے نکاح کرلیا -

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالاحد عندنا ید الا کافیناہ ماخلا ابابکر فان لہ عندنا ید یکافئہ اللہ یوم القیمۃ - وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی صـــ۲۲۳)

کی ہے - اور فرمایا تمام لوگون سے بڑہکر میر المحسن میرے ساتہہ رہنے اور مال خرچ کرنے مین ابی بکر ہے - اور فرمایا جو احسان مجہپر لوگون کے ہوئے ہین مین انکی مکافات کر چکا ہون بجز احسان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنکی مکافات خدا تعالے قیامت کے دن کرے گا - بقدر ابوبکر کے مال میرے کام آیا ہے کسیکا نہین آیا -

حضرت حفصہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے تیسرے سال اور نبوت کے سولہوین

وفی الثالثہ من الہجرۃ تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حفصۃ بنت عمر فی شعبان وکانت تحت حبیش بن حذافہ شہد بدرًا توفی بالمدینۃ (مجمع صـــ۵۳۵) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک بابی جہل او بعمر بن الخطاب (ترمذی صـــ۲۹۰) فاصبح عمر فغدا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاہرًا (مشکوٰۃ) قال ابن مسعود مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر (مشکوٰۃ صـــ۵۵۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض علی

اور عمر شریف نبوی چہپن سال مین ہوا تہا) یہی ان کے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا اعزاز واکرام منظور تہا - جس کے وہ اپنی ذاتی وتعدی صفات کے سبب مستحق تہے - ازانجملہ اسلام کی نصرت واہل اسلام کی عزت جو آپ کے مشرف باسلام ہونے سے ہوئی تہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کو علانیہ مسجد مین نماز پڑہنے کی جرأت ہوئی - وازانجملہ دین مین استقامت اور رای کی اصابت وغیرہ وغیرہ جنکا احادیث منقولہ حاشیہ مین ذکر ہے

عُمَرُ وعلیه قمیص یجرّہ - قالوا اما اولت ذلك یا رسول الله قال الدین (بخاری ص۵۱۲) قال رسول الله صلعم مامن نبی الا وله وزیران من اهل السماء ووزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر رضی الله عنهما (ترمذی ص۲۲۹)

ان دونو حضرت کے استحقاق اکرام کی مثبت ایک حدیث ترمذی میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو وزیر زمین والوں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر میکائیل وجبرئیل ہیں اور زمین والوں سے ابوبکر وعمر رضی الله عنہما - -

ایسے ہی فضائل وفواضل حضرت عثمان وحضرت علی کے تھے جن کے سبب وہ بھی اسی اعزاز واکرام مصاہرۃ کے مستحق تھے - مگر اسکا ظہور دوسرے نوع میں ہوا ہے وہ دونو آنحضرت صلی الله علیه وسلم کی دامادی کے شرف سے مشرف ہوئے اس شرف مصاہرہ کا (نوع اول سے ہے خواہ دوسرے) کوئی اندازہ قدر و منزلت کرنا چاہے تو اپنے وقت کے سلاطین کے خسر یا دامادوں کی قدر ومنزلت کو دیکھ لے اور خیال کرے کہ جسکو بادشاہ وقت اپنی بیٹی دے یا اوسکی بیٹی قبول کرلے وہ کس درجہ کا معزز اور لوگوں کی نظر میں عزیز ہوتا ہے۔
آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے اپنے جان نثار خلفاء کو اس شرف سے مشرف کرنا چاہا تبھی ان سے رشتہ مصاہرۃ قائم کیا۔ اس میں انسانیت کا کچھ دخل نہ تھا۔

* شیعہ وخوارج پر سخت افسوس بعد ان کے فہم وعقل پر نہایت تعجب ہے کہ ان میں سے ایک فریق شیخین کی قدر نہیں پہچانتا۔ دوسرا ختنین کی باوجودیکہ وہ اپنے وقت کے سلاطین کے خسر و دامادوں کو ان بادشاہوں کے نزدیک بہت معزز وجلیل القدر سمجھتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ کے نکاح سے (جو ہجرت کی چوتھی اور نبوت کی سترہوین ۱۷ اور عمر شریف
کی ستاون سال
مین ہوا تھا) یہ مقصود
تھا۔ کہ اس عاجز بیوہ کی
دستگیری اور اوس کے
بچون کی پرورش ہو۔
جب انکا پہلا خاوند ابو سلمہ
رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو
ان کو سخت صدمہ پہنچا۔
اور انہون نے بہت جزع
و فزع کا ارادہ کیا جس کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے روکا اور پھر یہ خیال پیدا
ہوا کہ اب مجھے ایسا خاوند
کہان ملیگا جو میرے پہلے
خاوند سے بہتر ہوگا۔ شاید
اسی خیال سے انہون نے
حضرت ابو بکر کے پیام نکاح
کو قبول نہ کیا۔ آخر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام
بھیجا تو انہون نے یہ عذر کیا

ثم تزوج ام سلمة هند بنت ابی امية القرشية المخزومية
(زاد ۲۶) وفی السنة الرابعة من الهجرة تزوج ام سلمة
فی شوال وفيها توفی زوجها ابو سلمة (مجمع ص ۵۳۷)
عن ... لما مات ابو سلمة ... غريب فی ارض غربة لابكينه بكاء
يتحدث عنه ... فقال تريدين ان تدخلی الشيطان بيتا اخرجه
الله منه مرتين فكففت عن البكاء فلم ابك (صحیح مسلم ۳۰۰)
وعنها قالت سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم
يقول ما من مسلم تصيبه مصيبة فيقول ما امره الله
انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرنی فی مصيبتی
واخلف لی خيرا منها الا اخلف الله له خيرا منها
قالت فلما مات ابو سلمة قلت ای المسلمين خير
من ابی سلمة اول بيت هاجر الی رسول الله
صلی الله عليه وسلم ثم انی قلتها فاخلف الله لی
رسول الله صلعم وعنها قالت ارسل الی رسول الله صلعم حاطب
بن ابی بلتعة يخطبنی له فقلت ان لی بنتا وانا غيور
فقال اما ابنتها فندعو الله ان يغنيها عنها وادعوا
ان يذهب بالغيرة (صحیح ص ۳۰۰)
وعنها قالت لما انقضت عدتی بعث الی ابو بكر
يخطبنی فلم اتزوجه فبعث رسول الله صلی الله
عليه وسلم عمر ابن الخطاب يخطبها عليه فقالت اخبر

رسول الله صلى الله عليه وسلم انی امرأة غیراء وانی مصیبة فذکر ذلك له فقال ارجع الیها فقل لها اما غیرتك فسادعوا الله ان یذهبها واما صبیتك فستکفین رجمه النساء فی غیرا کثیرة الغیرة والمصبیة ذات صبیان واولاد صغار (تیسیر الوصول ص۲۶۹)

کیا کہ میں بڑی صاحب غیرت ہوں (یعنی آپ کے دوسری ازواج پر مجھے غیرت آئے گی) اور میں صاحب اولاد ہوں، اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تیری غیرت کے لیے میں دعا کروں گا کہ وہ دور ہو۔ اور تیرے بچوں کی پرورش ہو گی پھر ان سے نکاح کیا۔

اس خیال اور اس غیرت کی اور ایسے بال بچوں والی عورت کا آنحضرت "ثمال الیتامی" "عصمة الارامل" کے سوا اور کون کفیل ہو سکتا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش کے نکاح (جو ہجرت کی پانچویں اور نبوت کی اٹھارہویں

ثم تزوج زینب بنت جحش من بنی اسد ابن خزیمة وهی ابنة عمته امیمة (زاد المعاد ص۲۷) فی الخامسة من الهجرة تزوج زینب وامها امیمة بنت عبد المطلب (المحبر ص۵۳) وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم الآیة نزلت فی زینب بنت جحش الاسدیة اختها عبد الله بن جحش وامها امیمة بنت

اور سن شریف آنحضرت کی اٹھاون سال میں ہوا تھا) مقصود نص قرآن میں بیان ہوا ہے حق تعالی نے خود فرمایا ہے کہ ہم نے اس کا نکاح تیرے ساتھ اس لیے کر دیا ہے کہ مومنوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے نکاح میں تنگی نہ رہے۔ حضرت زینب نسب میں شریف تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی اور ان کو خاوند زید آنحضرت کا آزاد کیا ہوا

عبد المطلب عمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب لمولاہ زید بن حارثۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتری زیدا فی الجاھلیۃ بعکاظ فاعتقہ وتبناہ فلما خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضیت وظنت انہ یخطبھا لنفسہ فلما علمت انہ یخطبھا لزید ابت وقالت انا ابنۃ عمتک یا رسول اللہ فلا ارضاہ لنفسی وکانت بیضاء جمیلۃ فیھا حدۃ وکذلک کرہ اخوھا ذلک فانزل اللہ عز وجل وما کان لمؤمن یعنی عبد اللہ بن جحش ولا مؤمنۃ یعنی اختہ زینب اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ای اذا اراد اللہ ورسولہ امرا وھو نکاح زید لزینب ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم (معالم ص ۱۷)

عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انطلق لیخطب علی فتاہ زید بن حارثۃ فدخل علی زینب بنت جحش الاسدیۃ فخطبھا قالت لست بناکحتہ قال بلی فانکحیہ قالت یا رسول اللہ او امر فی نفسی فبینما ھما یتحدثان انزل اللہ ھذہ الآیۃ علی رسولہ قالت قد رضیتہ لی یا رسول اللہ منکحا

غلام تھا۔ حضرت زینب کو زید سے نکاح کرنا دل سے پسند نہ تھا۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے منظور کیا تھا۔

پھر نکاح ہو جانے کے بعد وہ زید کی قدر (جس کا خاوند مستحق ہوتا ہے) نہ کرتیں بلکہ اپنی شرافت کے زعم سے وہ ان کے ساتھ بدگوئی سے پیش آتیں۔ زید نے تنگ آکر حضرت کے پاس اُن کی شکایت کی۔ اور ان کو طلاق دینی چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت کی اور یہ بات فرمائی۔ کہ تو طلاق مت دے اور خدا سے ڈر (یعنی جو طلاق کو پسند نہیں کرتا) اسوقت خدا تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ الہام یہ بات بتا دی تھی۔ کہ یہ طلاق ضرور واقع ہو گی اور زینب تیرے ہی نکاح میں آ جائے گی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کو جانکر بھی بمقتضائے بشریت

قال نعم قالت اذن لا اعصی رسول الله صلی الله علیه وسلم قد
نکحته نفسی اخرجه ابن جریر وابن مردویه وعنه قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم لزینب انی ارید ان ازوجک
زید بن حارثة فانی قد رضیته لک قالت یا رسول الله لکنی
لا ارضاه لنفسی وانا ایم قومی وبنت عمتک فلم اکن لافعل
فنزلت هذه الایة وما کان لمؤمن یعنی زیدا ولا مؤمنة
یعنی زینب اذا قضی الله ورسوله امرا یعنی النکاح فی
هذا الموضع ان یکون لهم الخیرة من امرهم یقول لیس
لهم الخیرة من امرهم خلاف ما امر الله به قالت قد اطعتک
فاصنع ما شئت فزوجها زیدا ودخل علیها اخرجه
ابن مردویه + + وکان تزوج زید بزینب
قبل الهجرة بنحو ثمان سنین فتح البیان ص ۶۳ ج ۸
یقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه امسک علیک
زوجک واتق الله وتخفی فی نفسک ما الله مبدیه وتخشی الناس و
الله احق ان تخشاه فلما قضی زید منها وطرا زوجناکها لکی لا
یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن
وطرا وکان امر الله مفعولا (احزاب ع ۵) عن انس قال
جاء زید یشکو فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یقول اتق
الله وامسک علیک زوجک (بخاری ص ۱۱۰۳) یشکو
له من اخلاق زینب (قسطلانی ص ۲۴۲ جلد ۱۱)
فاتی زید رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انی ارید ان افارق

لڑکوں سے بڑے
اور یہ اندیشہ
کرتے تھے کہ
لوگ طعن کریں گے
اور یہ کہیں گے
کہ پیغمبر نے اپنے بیٹے
کی بیوی یعنی بہو کو
نکاح کر لیا ہے
خدا تعالے
نے یہ فرمایا کہ
تیرے دل
یعنی غم و
خیال میں تو وہ
بات ہے جسکو
ہم ظاہر کرنے
والے ہیں۔
یعنی زینب کا
مطلقہ ہونا اور
تیرے نکاح میں
آجانا ہیں تو
لوگوں سے

صاحبتي قال مالك رابك منها شئ قال لا والله يا رسول الله
ما رأيت منها الا خيرا ولكنها تتعظم علىّ لشرفها وتؤذيني بلسانها
فقال له النبي صلى الله عليه وسلم امسك عليك زوجك و
اتق الله في امرها ثم طلقها زيد فذلك قوله عز وجل واذ تقول
للذي انعم الله عليه بالاسلام وانعمت عليه بالتربية هو الاعتاق
وهو زيد بن حارثة امسك عليك زوجك يعني زينب بنت جحش
واتق الله فيها ولا تفارقها اسمعا لمرضاتم والله احق ان تخشاه وروى
سفيان بن عيينة عن علي بن زيد بن جدعان قال سالني علي
بن الحسين زين العابدين ما تقول في قوله وتخفي في نفسك
ما الله مبديه وتخشى الناس والله احق ان تخشاه قلت يقول لما
ان جاء زيد الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا نبي الله اني
اريد ان اطلق زينب اعجبه ذلك فقال امسك عليك زوجك واتق
الله فقال علي بن الحسين ليس كذلك بل كان الله تعالى قد اعلمه
انها ستكون من ازواجه وان زيدا سيطلقها فلما جاء زيد و
قال اني اريد ان اطلقها قال له امسك عليك زوجك فعاتبه
الله وقال لم قلت امسك عليك زوجك وقد اعلمتك انها
ستكون من ازواجك وهذا هو الاولى والاليق بحال الانبياء
وهو مطابق للتلاوة لان الله علم انه يبدي ويظهر ما اخفاه
ولم يظهر غير تزويجها منه فقال زوجناكها فلو كان الذي
اضمره رسول الله صلى الله عليه وسلم محبتها او ارادة طلاقها
لاظهر ذلك لانه لا يجوز ان يخبر انه يظهره ثم يكتمه فلا يظهره

بہی ڈرتا ہے
اور حق یہ ہے
کہ تو خدا ہی سے
ڈرے ۔ لوگون
کی کچہ پرواہ نکر
آخر زید نے اس
کو طلاق دیدی
جسپر یہ قول خداوندی
نازل ہوا ۔ کہ زید
نے اسکو طلاق
دیدی جبے ۔
تو ہمنے اس کا
نکاح تیرے
ساتہہ سلیم کردیا
تاکہ اور اہل ایمان
کو اپنے موہنہ بولے
بیٹون کی بیویون
کے نکاح مین تنگی
نرہے حضرت
زینب کے نکاح
کی یہی وجہ ہے

فدل على انه انما عوتب على اخفاء ما اعلمه الله انها ستكون زوجته له
وانما اخفاه استحياء ان تقول لزيد ان التي تحتك وفي نكاحك ستكون
زوجتي وهذا قول حسن مرضي (معالم صفحہ ۲۱۷-۲۱۸) والله احق
ان تخشاه في كل حال وتخاف منه وتستحييه ولا تأمر زيدا بامساك
زوجته بعد ان اعلمك انها تكون زوجتك فعاتبه الله على
هذا قال بعضهم وما ذكروه في تفسير هذه الآية من
وقوع محبتها في قلب النبي صلى الله عليه وسلم وارادته
طلاق زيد لها فيه اعظم الحرج وما لا يليق بمنصبه صلى
الله عليه وسلم وقد اعظم من قاله وقلة معرفته بحق
النبي صلى الله عليه وسلم وبفضله وكيف يقال رآها
فاعجبته وهي بنت عمته ولم يزل يراها منذ ولدت ولا كانت
النساء يحتجبن منه صلى الله عليه وسلم وهو زوجها لزيد
فلا يشك في تنزيه النبي صلى الله عليه وسلم عن ان يامر
زيدا بامساكها وهو يحب تطليقه اياها قال واصح ما في
هذا الباب ما قال علي بن الحسين ان الله قد اعلمه انها ستكون
من ازواجه وان زيدا سيطلقها فلما جاء زيد وقال اني اريد
ان اطلقها قال له امسك عليك زوجك وقد اعلمتك انها
ستكون زوجتك قال الخطيب وهذا هو الاولى والاليق
بحال الانبياء وهو مطابق للتلاوة لان الله تعالى علم انه يبدي
ويظهر ما اخفاه ولم يظهر غير تزويجها منه فقال تعالى زوجناكها
فلو كان الذي اضمره رسول الله صلى الله عليه وسلم محبتها او

جو بیان ہوئی
ہے۔ اس معاملہ
کے متعلق جو
بات آنحضرت
صلی اللہ علیہ و
سلم کے دل میں
تھی وہ یہی تھی
کہ طلاق ضرور
ضرور ہو جائیگی
اور زینب آنحضرت
کے نکاح مین
آئیگی کیونکہ اس
بات کی نسبت
خدا تعالے نے
قرآن مین صاف
فرمادیا ہے کہ
ہم اس بات کو
ظاہر کرنے والے
ہین۔ اور ظاہر
جو ہوا ہے وہ
یہی ہوا کہ زینب

ارادة طلاقها لكان يظهر ذلك لانه لايجوز ان يخبر الله انه يظهره ثم يكتمه فلا يظهره فدل على انه انما عوتب على اخفاء ما اعلمه الله من انها ستكون زوجته وانما اخفى ذلك استحياء ان يخبر زيدا ان التي تحتك فى نكاحك ستكون زوجتى قال ابن كثير وهذا القول هو المنصور المعول عليه عند الجمهور (فتح البيان ص۶۲)

کو طلاق ہوئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آگئی اس بیان کے مخالف جو جامع تفاسیر مین لکہا ہے کہ آنحضرت کی ایک دن اتفاقیہ زینب پر نگاہ پڑی تو آپ کو اسکی شکل پسند آگئی اور آپ کے موںہہ سے اوسکی تعریف نکل گئی زید کو خبر ہوئی تو اوس نے بپاس خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو طلاق دینی چاہی جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو زبان سے تو طلاق دینے سے روکا۔ مگر دل مین آپ کے خیال تہا کہ یہ طلاق دے تو آپ اسکو نکاح مین لا وین یہ محض واہی قصہ ہے اور عقل ونقل دونون سے مخالف ہے عقل سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب کو ناگہان دیکہنا کچہ معنے نہین رکہتا وہ آپ کی پہوپہی کی بیٹی تہی۔ اور بچپن سے آپ کے دیکہنے مین آتی تہین آپ ایسے عاشق مزاج حسن پرست ہوتے اور اسکو دیکہہ اسکے جمال پر مفتون ہو جاتے تو پہلے ہی سے اپنے نکاح مین لاتے۔ اپنے غلام کے ساتہہ نکاح کرنے پر فہمائش وتکرار کے ساتہہ اس کو راضی نہ کرتے۔ سو وقت جبکہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح آپ نے زید سے کرادیا تہا آپ کی عمر بہی پینتالیس سال کی تہی۔ کیونکہ زینب کا نکاح ہجرت سے آٹہہ سال پہلے ہوا تہا۔ پہر کیا یہ امر بعید از قیاس ومخالف شان نبوت نہین ہے کہ ابتدا ءِ شباب سے پینتالیس سال کی عمر تک رات دن کے دیکہنے سے آپ زینب کے حسن پر مفتون نہ ہون۔ اور اٹہاون سال کی عمر کو پہنچکر ایک دن اتفاقیہ دیکہکر اوسپر مفتون ہو جائین۔

نقل سے اس واہی قصہ کے مخالف ہونے کی وجہ بیان ہو چکی ہے - اور نص قرآن سے ثابت کیا گیا ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین چھپی بات سے مراد طلاق و نکاح زینب کا علم ہے - نہ ان کی محبت علاوہ برین اس قصہ کی کوئی سند صحیح نہین ہے - لہذا بحکم قواعد نقل یہ ہرگز لائق قبول و اعتماد نہین ہے اور اشاعۃ السنۃ میں بارہا بتفصیل ثابت ہو چکا ہے - کہ قول بلا سند لائق قبول نہین

افسوس ان مفسرین نے ان باتون کو نہ سوچا - اور اس قصہ کو تفاسیر مین نقل کر کے مخالفین اسلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حسن پرستی و تعشق کا الزام و اتہام قائم کرنے کا موقع دیدیا - جس کے جواب مین ہم کو اور ہم سے پہلے بہت خیر خواہان اسلام کو خامہ فرسائی کرنی پڑی - مگر خدا کا شکر ہے کہ ان ہی مفسرین مین بہت ایسے لوگ بھی ہین - جو اس واہی قصہ کے مخالف ہین اور اس آیت کی تفسیر مین وہی بات کہہ چکے ہین جو ہمنے کہی ہے -

تفسیر معالم التنزیل مین وہ بات حضرت امام زین سے نقل کی ہے - اور تفسیر فتح البیان مین اس کی نقل کے علاوہ اس واہی قصہ پر بعض عقلی اعتراضات بھی کیے ہین - جو ہمنے وارد کیے ہین ان کتابون کی عبارتین ہمنے حاشیہ مین نقل کر دی ہین -

ہمارے اسلامی خصوصاً عیسیٰ بھائی (جو بلے علمی یا کم عقلی کے ساتھ ہماری مشاین پر نکتہ چینی کی ہوس رکھتے ہین) اس قصہ سے انکار کے سبب ہم پر کوئی اعتراض جڑنا چاہین تو پہلے ان کتب کو دیکھہ لین - یا کسی اہل علم سے پڑھوا کر سن لین پھر جو کہنا ہو سو کہین -

حضرت جویریہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے چھٹے اور نبوت کے انیسوین اور عمر نبوی کے اونسٹھہ سال مین ہوا | دفی السنۃ السادسۃ من الھجرۃ اصابہ

اما جویریۃ بنت الحارث ثابت بن
قیس فتزوجها النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثم اسلم ابوھا واخوھا۔
(مجمع البحار صفحہ ۳۰۳)

عن عائشۃ ان جویریۃ بنت الحارث
جاءت فقالت یا رسول اللہ انا جویریۃ
بنت الحارث وانما کان من امری ما
لا یخفی علیک وانی وقعت فی سھم
ثابت بن قیس وانی کاتبت علی نفسی
وجئتک اسألک فی کتابتی فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فھل لک الی ما ھو خیر منہ قالت وما
ھو یا رسول اللہ قال اودی عنک
کتابتک واتزوجک قالت قد فعلت
فتسامع تعنی الناس ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قد تزوج جویریۃ
فارسلوا ما فی ایدیھم من السبی
فاعتقوھم وقالوا اصھار رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فما رأینا امرأۃ کانت اعظم
برکۃ علی قومھا منھا اعتق فی سببھا
مائۃ اھل بیت من بنی المصطلق (ابو داود صفحہ ۱۹۲)

تھا) یہی مقصود عاجزون کی دستگیری اور قیدیون
کی مخلصی تھی۔ حضرت جویریہ بنی مصطلق
کے قیدیون مین سے ثابت بن قیس
(صحابی) کے حصہ مین آئین۔ تو انہون
نے کچھ مال لیکر آزادی کی دستاویز
انکو لکھدی وہ اس مین مدد لینے کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کے بدلہ مال دیدیا۔ اور ان کو آزاد
فرما کر ان سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح نہ صرف
انکی آزادی کا بلکہ ان کے سوا سو گھر
کے زن ومرد قیدیون کی آزادی کا سبب
ہوا۔ جب لوگون نے دیکھا کہ آپ ازواج
مطہرات مین داخل ہوگئی ہین تو آپ
کی قوم کے سبھی قیدیون کو جو ان
کے پاس تھے آزاد کردیا اور کہا کہ یہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال
کے رشتہ دار ہوگئے ہین اپنے اب
ہم ان کو اپنی قید وغلامی مین کیون کر
رکھ سکتے ہین) اس نکاح اور اسکی برکت
آزادی کا ایک یہ نتیجہ ہوا۔ کہ آپ کے

کے والد اور دو بھائیون کو شرف اسلام نصیب ہوا۔

یہی **مقصود** حضرت صفیہ کے نکاح سے تھا (جو ہجرت کی ساتوین اور نبوت کی بیسوین

وتزوج النبی صلعم صفیہ بنت حیی بن
اخطب سید بنی النضیر من ولد ھارون بن
عمران اخی موسی فھی ابنۃ نبی وزوجۃ
نبی وکانت من اجمل نساء العلمین
(زاد معاد) فی سنۃ سبع اصاب من
سبایاھم صفیۃ وکانت عروسا بکنانۃ۔
(مجمع ...) جاء دحیۃ فقال یا نبی اللہ
اعطنی جاریۃ من السبی فقال اذھب فخذ جاریۃ
فاخذ صفیۃ بنت حیی فجاء رجل الی النبی صلعم
فقال یا نبی اللہ اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت
حیی سیدۃ قریظۃ والنضیر لا تصلح الا لک
قال ادعوہ بھا فلما نظر الیھا النبی صلعم قال خذ
جاریۃ [illegible] غیرھا قال فاعتقھا النبی
وتزوجھا (صحیح بخاری ... وغیرھا)

اور عمر نبوی کے ساٹھوین سال ہوا تھا) اور
ایک سبب اس نکاح کا یہہ بھی ہوا کہ حضرت
صفیہ بنی نضیر کے ایک سردار کی بیٹی اور
حضرت ہارون حضرت موسے علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے بھائی کی اولاد سے
تھی۔ اور صورت وجمال مین بھی اپنے
وقت مین بے مثل اور ان خوبیون و کمالات
کے ساتھہ وہ قیدیون مین سے ایک
لشکری دحیہ قلبی صحابی کے
قبضہ مین پہنچین تو بعض لوگون کو رشک
وحسد پیدا ہوا۔ وہ لوگ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور معترض ہوئے کہ یا رسول اللہ یہہ
بنی بنی نضیر کی سردار ہے ۔ اور

یہ بجز آپ کے کسی شخص کے لیے مناسب نہین ہے ۔ آپنے جب اُس کو دیکھا

وما اخرج [illegible] مع دحیۃ فلہ وجھان اما
نہ رد [illegible] واما انہ اذن لہ
بجاریۃ من جواری السبی لا افضلھن
فلما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخذ

اور یہہ یقین ہوا۔ کہ یہ لشکریون مین ہر
کسی شخص کے پاس نہ رہنے پائینگی آپ
کے سوا کسی اور کے پاس مینگی تو دوسرون
کے حسد وعناد کی موجب ہونگی ۔ تو آپ

> انفسهن واجودهن شبابا وشرفا
> في قومها وجمالها فترجعها
> لانه لم يأذن فيها ورد في انباتها مفترة
> لتميزه مثلها على الجيش وما فيه تاكيها
> مع مرتبتها ولما يترتب على ذلك الشقاق
> فكان اخذه صلى الله عليه وسلم ايها النفس
> قاطعا لهذه المفسدة (كرمانی)

سے ان کے بدلے سات لونڈیاں
قیدیوں میں سے اس لشکری کو
دیں ۔ اور حضرت صفیہ کو اپنے قبضہ لاکر
آزاد کیا ۔ اور انکی درخواست سے ان کے ساتھ
نکاح کیا اس نکاح میں ان کا جمال ان
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمح خیال
نہ تھا ۔ یہ ہوتا تو اون نے ہوتے اسی

سال پورے ہیا عورتوں (ام حبیبہ رض و میمونہ رض) سے آپ کا نکاح (جسکا ذکر ذیل میں آتا ہے) ہرگز نہ ہوتا کیونکہ یہ عقلی اور طبعی قاعدہ ہے کہ جس عورت کا جمال و شباب کسی مرد کا مرغوب و معشوق ہوتا ہے ۔ وہ اوس کے ہوتے دوسری عورت کا جو جمال اور شباب میں اوس سے کمتر ہو ہرگز طالب و راغب نہیں ہوتا ۔ پلاؤ کا طالب پلاؤ کے ہوتے جو کی سوکھی روٹی کبھی نہیں کہاتا اور جو پلاؤ کے ہوتے جو کی سوکھی روٹی کہائے اسکو پلاؤ کا طالب کوئی نہیں کہہ سکتا ۔

حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ کے نکاحوں سے (جو اسی نکاح صفیہ کے سال

> وفي السنة السابعة من الهجرة تزوج ام
> حبيبة كانت مع زوجها عبد الله بن جحش
> مهاجرة في الحبشة فتنصر زوجها ومات
> فزوجها النجاشي لرسول الله صلى الله
> عليه وسلم ولها يومئذ بضع وثلاثون سنة
> وفيها تزوج ميمونة بنت الحارث ذي
> بسرف وكانت اخر امراته (مجمع ص۵۲)

ہوئے تھے) بہی عاجز رانڈوں کی پرورش
اوران کے اقارب کی تالیف قلوب
مدنظر تہی **حضرت ام حبیبہ** نے بڑی
مردانہ ہمت کی تہی کہ ابوسفیان کی بیٹی
ہوکر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ کی
طرف ہجرت کی تہ وہاں اسلام چہوڑکر
عیسائی ہوگیا ۔ تب ہی حضرت ام حبیبہ

صحیح [illegible]
[illegible] واللہ مرقوم
[illegible] آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے
حضرت صفیہ کو [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
آنحضرت کا نکاح
میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلعم
حضرت صفیہ کے جمال
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ان ام حبیبۃ کانت تحت عبد اللہ بن جحش وولدت لہ - وھاجر بھا وھما مسلمان الی ارض الحبشۃ ثم تنصر وثبتت ام حبیبۃ علی اسلامھا فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی یخطبھا علیہ فزوجہ ایاھا واصدقھا صداقا وذلک سنۃ سبع من الھجرۃ وجاء ابو سفیان فی زمن الھدنۃ فدخل علیھا فثنت فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لا یجلس علیہ

(زاد المعاد ص ۲۹)

مذہب اسلام پر قائم رہین - اس بیوگی و ناچارگی کی حالت مین وہان انکا مربی کون تہا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال سنکر شاہ حبشہ (نجاشی) کیطرف اوس کے نکاح کا پیغام بہیجا - نجاشی نے بہی ان کے حال پر ترس کہا اور اپنی پاس سے چار ہزار درہم مہر دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا - اور ایک صحابی شرجبیل بن حسنہ نامی کے ساتہہ ان کو روانہ مدینہ کیا - یہ نکاح ام حبیبہ کے باپ ابو سفیان کے (جو اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تہا) انس اور میل جول کا موجب ہوا چنانچہ ایک دفعہ وہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مدینہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ پر بہی پہنچا - اور اوسنے ام حبیبہ کے دل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت وتعظیم کا یہ اثر دیکہا کہ - کہ اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت فرش پر اوسکو بیٹہنے ندیا - اس نکاح اور اسکی تاثیرات کا اثر تو یہ تہا کہ ابو سفیان اسیدم مسلمان ہو جاتا مگر بعض موانع وحجب کے سبب فتح مکہ سے پہلے وہ اثر ظاہر ہوا -

حضرت میمونہ کے نکاح سے بیوہ پروری کے علاوہ ایک عجیب ولطیف رحیمانہ

قال موسی بن عقبۃ ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العام المقبل من عام

پولیٹیکل پالیسی مد نظر تہی - **حضرت** میمونہ مکہ والے مخالفوں اور آنحضرت صلی اللہ

الحدیبیہ معتمرا فی ذی القعدۃ سنۃ
سبع + + + + وبعث رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب بین
یدیہ الی میمونۃ بنت الحارث بن حزن
العامریۃ فخطبہا الیہ فجعلت امرہا
الی العباس بن عبد المطلب وکانت
اختہا ام الفضل تحتہ فزوجہا العباس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم + ×
× × فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بمکۃ ثلثا فلما اصبح یوم الرابع
اتاہ سہیل بن عمرو وحویطب بن
عبد العزی ورسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی مجلس الانصار یتحدث
مع سعد بن عبادۃ فصاح حویطب
نناشدک اللہ والعقد لما خرجت
من ارضنا فقد مضت الثلث فقال
سعد بن عبادۃ کذبت لا ام لک
لیست بارضک ولا ارض ابائک و
اللہ لا نخرج ثم نادی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حویطبا او سہیلا
فقال انی قد نکحت منکم امرأۃ

علیہ وسلم کے جانی دشمنوں کی انتہائی تھین
انکی ہمشیرہ ام الفضل حضرت عباس رضی
اللہ عنہ کی بیوی تھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہجرت کے ساتوین سال عمرۃ
القضاء کے لیے مکہ مکرمہ مین پہنچے تو آپ
نے حضرت جعفر کی وساطت سے میمونہ کو نکاح
کا پیام بھیجا۔ انہون نے اپنا اختیار
حضرت عباس کو دیدیا۔ حضرت عباس رضی
اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے انکا نکاح کر دیا۔ جب آنحضرت
عمرہ سے فارغ ہو لیے اور تین روز مدت
قیام مکہ کے (جنکے بعد مکہ سے نکل جانے کا
کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے حدیبیہ کی صلح مین وعدہ لے لیا تھا)
گذر گئے تو کفار مکہ اخراج کے خواہان ہوئے
اور حویطب اور سہیل حضرت میمونہ کے
رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آکر بولے ہم آپ کو عہد یاد دلا کر
کہتے ہین کہ آپ مکہ سے نکل جائین۔ اب
تین دن عہد کے گذر گئے ہین۔ حضرت
سعد بن عبادہ نے حمیت حق کے جوش

فما يضرك ان امكث حتى ادخل بها ونصنع الطعام فناكل وتاكلون معنا فقالوا انا نشدك الله والعقد الا خرجت عنا فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا رافع فاذن بالرحيل وركب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى نزل بطن سرف فاقام بها وخلف ابا رافع ليحمل ميمونة اليه حين يمسي فاقام حتى قدمت ميمونة ومن معها وقد لقوا اذى وعناء من سفهاء المشركين وصبيانهم فبنى بها بسرف ثم ادلج وسار حتى قدم المدينة وقدر الله ان يكون قبر ميمونة بسرف حيث بنى بها ۔ (زاد المعاد ص ۳۲۰)

وفى السنة الثامنة من الهجرة اسلم عمرو بن العاص وخالد بن الوليد و عثمان بن طلحة قدموا المدينة فى صفر ۔ مجمع البحار ص ۵۳۵ ج ۳

میں اگر سخت الفاظ سے جواب دیا ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفق و حکمت اور پولٹیکل مصلحت کا بھرا ہوا یہ کلمہ فرمایا ۔ کہ میں نے تمہاری قوم میں سے ایک عورت سے یہاں نکاح کیا ہے ۔ میرا اس سے زفاف چاہتا ہوں اور اس کے بعد کھانا پکواؤں گا جس کو ہم بھی کھائیں گے اور آپ لوگ بھی کھائیں (آپ کے اس کلام طیبہ حکیمہ رفیقہ پر ہماری ہزار جان نثار ہو) ہر چند اس کلام معجز نظام اور اس پالیسی پولیٹیکل مصلحت کی بھری ہوئی نے اسوقت ان لوگوں پر انکی ناقابلیت محل کے سبب اثر نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت مکہ مکرمہ سے کوچ کیا ۔ اور مقام سرف (جو مکہ کے قریب ہے) میں جاکر اس رسم کو پورا کیا ۔ مگر دو ہی مہینے کے بعد اس پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت خالد بن ولید* وعمرو بن عاص و عثمان بن طلحہ جیسے اعیان اہل مکہ نے بخوشی خاطر مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول فرمایا ان حالات اور واقعات کیطرف نظر کرنے سے ہر ایک منصف مزاج کو یقین ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

* خالد بن الولید حضرت میمونہ کے بھانجے تھے انکی والدہ میمونہ کے ہمشیرہ لبابہ بنت الحارث تھی ہدیٰ ع السوۃ ص ۲۱

صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوہ نکاح بیوہ عورتون کی پرورش اور یتیمون کی تربیت اور جان نثار دوستون سے مواساۃ اور مخالفون کی تالیف اور مدارات کی نظر سے ہوئے تہے۔*

ومعہذا ان اغراض و شروط کے لحاظ سے (جو نکاح سے خصوصیت کیساتھ مقصود اور اس مین ملحوظ ہوتے ہین) بہی آپ قاصر نہین رہے۔ **اولاد**‡ خصوصا نرینہ جسکو پہلے انبیا نے بہی چاہا ہے۔ اور ہر ایک انسان بالطبع اسکی خواہش رکہتا ہے) ان نکاحون سے آپ کو مطلوب تہی اور نکاح کی **شرط** استطاعت و عدل بہی آپ مین بوجہ اتم پائی جاتی تہی۔

حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد چار لڑکیان۔ زینب[۱]۔ رقیہ[۲]۔ ام کلثوم[۳] اور سیدۃ[۴] النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن۔ اور چار بیٹے قاسم[۱]۔ طیب[۲]۔ و طاہر[۳] اور عبد اللہ[۴] رضی اللہ عنہم اجمعین۔) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تین ب...

ولدت ای خدیجۃ) لہ زینب ورقیۃ و ام کلثوم و فاطمۃ و القاسم و الطاہر و الطیب و عبد اللہ

* اس بیان سے اس اعتراض مخالفین کا جواب مدنظر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحون کی جو غرضین بیان ہوئی ہین (بیوہ و یتیم پروری یا مواساۃ احبا و مدارات اعدا) نکاح سے یہی غرضین مقصود نہین ہوتین۔ اغراض نکاح تو اور ہی ہین جنکا بیان تمہاری کلام مین ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نکاحون سے صرف یتیم یا بیوہ پروری اور دوست یا دشمن نوازی منظور تہی تو یہ یون بہی ہو سکتی تہی کہ ان لوگون کی تنخواہ مقرر کر دیتے یا اور سبیل سے احسان کرتے ان عورتون کو نکاح مین کیون پہنسا لیا اگر اتنا ہی مقصود تہا۔

‡ حضرت زکریا نے اپنے لیے خدا سے فرزند نرینہ کی دعا کی تہی (دیکہو لوقا کی انجیل باب[۱] آیت ۱۳ وغیرہ) جان ڈیون پورٹ (جو عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصنف ہے) آنحضرت کے متعدد نکاحون کی یہی غرض (طلب اولاد) قرار دیتا ہے چنانچہ اپنی کتاب "عذر آنحضرت محمد و قرآن" مین کہتا ہے۔ (باقی صفحہ ۱۹۲)

وهل هؤلاء في الجاهلية وادرك الاناث الاسلام فاسلمن وهاجرن وقيل الطيب والطاهر لقبان لعبد الله ولد في الاسلام واول من مات القاسم ابن سنتين او سنة ثم مات عبد الله بمكة بعد النبوة بسنة
(مجمع البحار ص ۵۲۶)

ہے کہ طیب وطاہر عبد اللہ ہی کے لقب تھے۔ اور لڑکے صرف دو تھے۔ مگر ان میں نرینہ اولاد تھے خواہ چار حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حیات میں فوت ہوگئے صرف لڑکیاں رہیں سو بھی بجز ایک سیدۃ النساء کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوگئیں۔

اس اولاد کے پیدا ہونے اور پھر فوت ہوجانے سے آنحضرت کو اپنا امتحان بھی ہوگیا کہ آپ کے وجود با جود سے اولاد کی امید ہے۔ اور متعدد نکاحوں کی ضرورت کا حسب تک کہ اولاد نرینہ نہ ہو ثبوت بھی نکل آیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسقدر نکاح ہوئے وہ ہجرت کے ساتوین سال تک ہوئے۔ ہجرت کے آٹھوین سال

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آپ پچیس برس کی عمر میں پچاس برس تک ایک ہی بی بی پر قانع رہے۔ اور جب انہوں نے ترسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اسوقت تک ان کے ہاں کوئی بیٹا نہ پیدا ہوا تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک شہوت پرست۔ جو ایسے ملک کا باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہوں۔ اور وہ شخص پچیس برس تک صرف ایک بی بی پر قانع رہے غالب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آخر عمر کے تیرہ سال کے عرصہ میں بہت سے نکاح کیے وہ صرف فرزند کی امید میں کیے ہونگے" جان ڈیون پورٹ کی اس کتاب کے دو ترجمے اردو زبان میں شائع ہوئے ہیں ایک مؤید الاسلام۔ دوسرا امطاۃ الحق یہ عبارت مؤید الاسلام سے نقل کی گئی ہے مگر دوسرے ترجمہ کی عبارت عمدہ اور سلیس ہے

کے اخیر مہینے ذی الحجہ میں آپ کے ایک* حرم محترم سے فرزند رشید ابراہیم نامی پیدا ہوا تو پھر آپ نے کوئی نکاح# نہیں کیا۔ ہجرت کے دسویں سال صاحبزادہ ابراہیم کا بھی انتقال ہوا۔ اسوقت اگرچہ دوسرے نکاح کرنے کا سبب پھر پیدا ہو گیا تھا۔ مگر اس سال آپ کو خدا کی طرف سے یہ علم بھی ہو گیا تھا کہ سال آئندہ کو آپ کا اپنے آپ کیطرف کوچ ہے چنانچہ معاذ بن جبل کو آپ نے بتا دیا تھا۔ اور اس کے مطابق ہجرت کی گیارھویں سال کے تیسرے مہینے کی بارھویں تاریخ پیر کے دن کہ آپ کا اس جہان فانی سے عالم جاودانی کیطرف انتقال ہوا۔

(فی الثانیة فی ذی الحجة ولد ابراهیم رضی الله عنه ابنه
واعطی مبشره عبدا (مجمع البحار ص۴۳۲) وابراهیم ولدت
سنة ثمان من الهجرة ومات وله سنة وعشرة اشهر (مجمع ص۴۲۹)
مات ابراهیم بالمدینة فی السنة العاشرة من الهجرة کما علیه
جمهور اهل السیر فی ربیع الاول او فی رمضان (قسطلانی ص۲۹۷ ج۲)
قلت موته فی رمضان هو الصحیح یدل علیه ما مر عن المجمع آنفاً
مات وله سنة وعشرة اشهر (ایڈیٹر) فی العاشرة من الهجرة
بعث معاذا الی الیمن وحضر موته وخرج یمشی معه وهو راکب
فقال یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی فبکی معاذ
(مجمع البحار ص۴۳۲)

اسوجہ سے غالباً آپنے دوسرا نکاح نہیں کیا یا اسکا سبب کوئی اور ہوگا۔
آپکے عدل کا یہ حال تھا کہ سبھی ازواج کے نان و نفقہ میں مساوات مرعی رکھتے تھے

* وہ ماریہ قبطیہ ہے جو اسکندریہ کے بادشاہ جریج بن مینا آپکے لیے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ آپ اپنے حرموں میں داخل کیا نہ ازواج میں۔

بعض روایات میں جو آیا ہے کہ آٹھویں سال اپنی فاطمہ کلبیہ اور ملیکہ کندیہ جونیہ سے نکاح کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں کہا ہے کہ آپنے کلبیہ اور جونیہ سے نکاح کرنا چاہا تھا مگر نہ کیا" اور اگر بالفرض وہ نکاح ہوئے تھے تو اس سال کے بارھویں مہینے (ذی الحجہ) سے (جس میں صاحب زادہ ابراہیم پیدا ہوئے تھے) پہلے کیے ہونگے۔

عن ابن عباس قال قبض رسول الله صلعم عن تسع نسوة یقسم منهن لثمان ۔ متفق علیہ ۔ وعن عائشۃ ان سودۃ لما کبرت قالت یا رسول قد جعلت یومی منک لعائشۃ فکان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقسم لعائشۃ یومین یومها ویوم سودۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ) وعنها ان النبی صلی الله علیہ وسلم اذا خرج اقرع بین نسائہ (بخاری صفحہ ۷۶۲) وعن انس کان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ من اللیل والنهار وهن احدی عشرۃ قال قلت لانس او کان یطیقہ قال کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلثین ۔ (بخاری صفحہ ۴۱) وفی صحیح الاسمعیلی قوۃ اربعین (توشیح حاشیہ بخاری)

اور سواتوں کی تقسیم میں بھی برابری کرتے تھے سفر میں بھی اس مساوات کا لحاظ رکھتے ۔ اس میں قرعہ اندازی کرتے ۔ اپنی خوا ہش سے کسی اہلیت کو ساتھ لے جانا اختیار نہ فرماتے ۔ خاص فعل میں جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مطلوب ہوتا ہے کسی کی حق تلفی نہ کرتے ۔

آپ کی **قوت** یہ عالم تھا ۔ کہ اس پیرانہ سالی میں ایک ہی ساعت میں رات یا دن کے سبھی ازواج سے ہم بستر ہوتے آپ کے صحبتی جو آپ کی عادت سے واقف تھے یہ کہا کرتے کہ آپ میں تیس مرد کی قوت ہے ۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ چالیس کی ہے ۔

اسباب میں اور بھی اقوال ہیں جو اس قوت کی اور بھی وسعت ظاہر کرتے ہیں مگر ہم اپنے مخاطبین مخالفین اسلام کو ان اقوال کے فہم معنی اور یقین سے قاصر پاتے ہیں لہذا ان اقوال کی نقل و بیان سے قلم کی جرأت نہیں ہو سکتی ۔

جسقدر ہمنے بیان کیا ہے ۔ اسپر بھی ہمارے مخاطبین اہل کتاب کو تعجب و اعتراض ہو تو ۔ اپنی کتب مذہب کو نظر انصاف سے دیکھیں اور ان میں حضرت داود و حضرت سلیمان

✱ حضرت داود کی ایک بیوی طالوت کی بیٹی تھی (اسکا ذکر کتاب اول سموئیل باب ۱۹

کا حال دیکھکر بتائین کہ ان مین کسقدر قوت تہی ۔ اور ان کے ازواج اور حرمون کی
کثرت کس حد کو پہنچ گئی تہی ۔ پہر انکے مقابلہ مین ہمارے حضرت کی قوت ۔ اور ان کے
حرف تو تک کثرت کیون انکے تعجب و اعتراض کا محل ہو اسپر شاید کسیکو یہ اعتراض
پیدا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اسقدر قوت تہی تو وہ عالم شباب سے لیکر پچاس
سال کی عمر تک کہان پوشیدہ رہی اور حضرت خدیجہ کے ہوتے وہ کیون ظہور مین نہ آئی
اسکا جواب یہ ہے کہ اسوقت آپ نے قناعت اختیار فرمائی اور حضرت مسیح علیہ السلام سے

سے آیتہ ۲۷ مین ہے) اس کے ہوتے دو اور ہوئین (جنکا ذکر اسی کتاب کے باب ۲۵
آیتہ ۴۴ مین ہے ۔ پہر ان تین کے ہوتے چار عورتین اور نکاح مین آئین (جن
کا ذکر کتاب دوم سموئیل باب ۳ آیتہ دو سے ۶ تک ہے) پہر ان سات کے ہوتے
اور بہت سی عورتین اور حرمون کو نکاح مین لائے ۔ جنکا ذکر (دوم سموئیل
باب ۵ آیتہ ۱۳ مین ہے ۔

حضرت سلیمان کی سات سو بیویان تہین اور تین سو حرم (دیکہو اول سلاطین
باب ۱۱ ۔ آیتہ ۳ حضرت سلیمان کی نسبت عیسائی اگر یہ کہین کہ وہ نبی نہ تہے ۔ یا
یہ کہ ان کا یہ فعل خداوند تعالی کو پسند نہین آیا ۔ تو اسکا ایک جواب یہ ہے
کہ اول سلاطین کے باب ۱۱ ۔ آیتہ ۱۱ مین حضرت سلیمان پر کلام خدا کا نازل
ہونا بیان ہوا ہے جو نبوت کی دلیل ہے ۔ دوسرا یہ کہ اس مقام مین جہان حضرت
سلیمان کی کثرت ازواج کا ذکر ہے اس کثرت کا ناپسند ہونا مذکور نہین بلکہ اس
قسم کی عورتون کا ناپسند ہونا جنکو حضرت سلیمان نے پسند کیا تہا ۔
قطع نظر اس سے ہمکو اس مقام مین حضرت سلیمان کے نفس سے بحث نہین بحث صرف
ہے کہ ان مین اسقدر قوت تہی جسکو وہ اسقدر ازواج مین صرف کرتے تہے ایسا ہی آنحضرت
صلعم کو سمجہنا چاہیے جنکے فعل کا استحسان بخوبی ثابت ہو چکا ہے ۔ انبیا مین یہ قوت
بطور خرق عادت پائی گئی ہے جسکا عقلی سر ہم اس خوف سے بیان نہین کرتے کہ مخاطبین کے عقول م

جو باوصف قوت رجولیت ہمیشہ مجرد رہی تھی) فی الجملہ مشابہت ثابت کی
حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے ان برکات وحسنات
کیطرف جو اس مردانہ قوت کے نتائج ہین توجہ فرمائی اور حضرت داؤد علیہ السلام سے
مشابہت ظاہر کی ۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف انبیاء سابقین کے جامع تھے اور اس
مصرعہ کے مصداق تھے ؎ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری ۔ اس لیے آپ سے
مختلف اوقات مین مختلف صفات انبیاء کا ظہور ہوا جسکا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا جو پہلے
انبیاء کے اوصاف خاصہ سے ظاہر نہ ہوا تھا آپ کی وصف مشابہہ حضرت مسیح علیہ السلام
نے یہ ثابت کیا کہ اخیر عمر مین جو آپ سے کثرت ازدواج وقوع مین آئے اسمین نفس پروری
یا شہوت پرستی کا دخل نہ تھا ۔ ہوتا تو اسکا ظہور عالم شباب مین ہوتا ۔ اور آپ کی وصف
مشابہ حضرت داود سے یہ ثابت ہوا کہ جو قلت اور وحدت نکاح آپ سے اوائل عمر
مین ہوئی اسمین عجز ودرماندگی کا دخل نہ تھا ۔ ایسا ہوتا تو پیرانہ سالی مین اسکا خلاف
ظہور مین نہ آتا ۔

آپ بالکل مجرد رہتے تو آپ کے دشمن اس وصف کمال کو نامردی پر حمل کرتے صرف
ایک پر اکتفا کرتے تو کم طاقتی اور ستر پالی اور بے نامردی کا مصداق خیال کرتے
شروع شباب ہی سے آپ اپنی قوت کو پورے طور پر کام مین لاتے تو آپ کے دشمن
آپ پر نفس پروری کا الزام قائم کرتے خدا تعالےٰ نے ان دو متضاد وصفون کے
اظہار نتیجہ سے آپ کو دونو الزامون سے بری کیا ۔

بالجملہ آپ کے متعدد نکاح جو اخیر عمر مین ہوئے تھے نفسانی اغراض پر مبنی نہ تھے اور
ان اغراض سے بھی خالی نہ تھے جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مدنظر ہوتے ہین و
معہذا ان نکاحون کے اعلیٰ مقاصد روحانی اغراض تھے ۔ اور آپ بوجہ سے حکم تحت

سے جو اسّت کے لیے ہے مستثنی تھے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ایک جماعت سلف کا خیال ومقال ہے۔ یہ حکم سوم کا تتمہ ہے اب بقیہ احکام نکاح کو بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھا حکم

عورتون کے حقوق معاشرت مردون کے ذمہ ویسے ہی ہین جیسے مردون کے عورتون پر دستور کے موافق اُن ہین ان مین صرف رتبہ کا فرق ہے کہ مرد اُنکی افسر ہین اور وہ ماتحت + + + یہ حکم ایک آیۃ قرآنی کا ٹھیک ترجمہ ہے جسکو حاشیہ مین نقل کیا گیا ہے۔ اور اس رتبہ (افسری وماتحتی) کے وجوہات ایک اور آیۃ مین بیان ہوئے ہین جسکا مضمون یہ ہے کہ مرد عورتون کے حاکم یا افسر ہین (ایک تو اسلیے) کہ خدا تعالی نے ایک گروہ (مردون) کو دوسرے گروہ (عورتون) پر قدرتی قوتی وصفات مین غلبہ دیا ہے دوسری وجہ یہ کہ وہ مال خرچ کرتے ہین لہذا نیک عورتین وہی ہین جو خاوندون کے حکم بردار ہون اور انکی پیٹھ پیچھے (انکی مال ابرو وغیرہ امور کی جو انکے سپرد ہون) حفاظت کرین۔ اس احسان کے بدلے کہ خدا انکی حفاظت کرتا ہے (یعنے ان کے خاوندون سے کراتا ہے)۔

ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة (بقرہ ع ۲۹)

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا فالصلحت قانتت حافظات للغيب بما حفظ الله (سورہ نساء ع ۷)

اس آیت مین قدرتی افسری کی دو وجہ بیان ہوئی ہین پہلی وجہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ بعض صفات (خوبصورتی۔ نازک اندامی۔ بعض امور خانہ داری تربیت اولاد وغیرہ) مین عورتون کو مردون پر غلبہ ہے۔ مگر اکثر اوصاف مین جسکو قوت عقلیہ اور عملیہ سے تعلق ہے اور وہ تمدن ۔ خانہ داری سے پورا تعلق رکھتی ہین۔ مردون کو عورتون پر غلبہ ہے۔ مختلف ممالک اور مختلف ازمنہ کے حالات دیکھنے سننے سے یقینی تجربہ ہو چکا ہے

کہ مرد عموماً عورتوں کی نسبت عقل میں زیادہ ہوتے ہیں علوم و صنائع کی کمالات میں۔ فائق مشقت، قوت۔ اور شجاعت کے کاموں میں ان سے برتر۔

جو لوگ اسوقت کی بعض تعلیم یافتہ یورپین لیڈیوں کو مردوں کے مساوی یا ان سے بڑھکر سمجھتے ہیں۔ وہ ان کا مقابلہ وموازنہ کرنے میں دو غلطیاں کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان عورتوں کا مقابلہ اپنے ملک کے نالائق مردوں سے کرتے ہیں۔ ان لیڈیوں کے ہم وطن و ہم جنس مردوں سے نہیں کرتے **دوسری غلطی** یہ۔ صرف ان کے موجودہ صفات (تعلیم وغیرہ) کو جو قوت عقلیہ کے متعلق ہیں پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کے مفقودہ صفات (تہور، شجاعت وغیرہ) کو جو قوت عملیہ اور جسمانی طاقت کے متعلق ہیں خیال میں نہیں لاتے۔ اور اگر وہ ان کا مقابلہ ان ہی کے ہموطن مردوں سے کریں۔ اور ان مردانہ صفات کو جو ان میں مفقود ہیں پیش نظر رکھیں تو انکو ہرگز مردوں کے مساوی قرار ندیں

امریکہ کی تعلیم یافتہ عورتوں کا یہ حال سنکر کہ "وہان کے سرکاری خزانہ کے دفتروں کتب خانوں، تجارت گاہوں وغیرہ میں وہ مردوں کی جگہہ کام کرتی ہیں"۔ وہ لوگ بہت دھوکہ کہاتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ ان حالات کے ساتھہ بھی وہ وہان کے مردوں کے مساوی نہیں ہیں۔ اور نہ آیندہ مساوی ہو سکیں گی۔

عورتوں میں مردوں کی نسبت قدرتی جسمانی کمزوری و معذوری ایسی ہے کہ وہ انکو مردوں کے مساوی کبھی نہ ہونے دیگی چہ جائیکہ وہ ان سے فائق ہو سکیں۔

کیا عورت جسکو حمل و رضاعت (دودہ پلانے) کی حالت لازمی ہے کمرکس کر بندوق اٹہا سکیگی یا توپ بندوق میں انکی برابری کرے گی۔ یا تلوار کے میدان میں سینہ سپر ہوگی یا کسی غنیم کے حملہ کے وقت اپنے گھر والوں یا قوم کی محافظت کیلیے گہر سے باہر نکل سکیگی۔ یا وہ حیض و نفاس کی حالت میں جو اسکیلیے نادر الوقوع نہیں ہے دینی خدمت[*] امامت وغیرہ

---

[*] اس نظر سے اسلام میں عورت کی امامت صحیح نہیں اور عیسائیوں میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ عورت خادم الدین ہوسکتی ہے یا نہیں ایکدفعہ امریکہ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو پادریوں کے علیہ سے یہ امر ناجائز قرار دیا گیا۔

ادا کر سکین گی

اور یہ جملہ امور مردون سے وقوع مین آتے ہین ۔ وہ اپنی بیوی ۔ بچون اور قوم کی محافظت و حمایت کے لیے سینہ سپر ہوتے ہین ۔ ان کی جان و آبرو بچانے کو اپنی جان توپ و تلوار کے آگے کرتے ہین وعلیٰ ہذا القیاس ۔

دوسری وجہ کی تفصیل محتاج بیان نہین ہے ۔ کس ملک و کس زمانہ اور کس قوم کا آدمی یہ علم نہین رکھتا کہ شادی کے وقت سے وقت فرق تک (طلاق سے ہو خواہ موت سے) مال خرچ کرنے کا متحمل مرد ہی ہوتا ہے ۔ عورتین عموماً نہ اپنے خرچ کی کفیل ہوتی ہین نہ اپنے خاوند کے خرچ کی ۔ باوجودیکہ نکاح کے فوائد و نتائج (انس ۔ لذت ۔ اولاد ۔ کثرت انصار و احباب وغیرہ) سے دونو بالاشتراک نفع اٹھاتے ہین ۔ بلکہ بعض فوائد سے (جیسے چھوٹے بچون کا ہر وقت دیکھنا) عورتین زیادہ متمتع ہوتی ہین ۔

ان دو وجہ سے قرآن کا یہ دعوے کہ مردون کو عورتون پر افسری کا رتبہ ہے بخوبی ثابت ہے ۔

اب ہم ان حقوق معاشرت کی بطور تمثیل کسیقدر تفصیل کرتے ہین جن مین اسلام نے عورتون کو مردون کے برابر حقوق عطا کیے ہین جن سے یہ ثابت ہو کہ اس افسری و ماتحتی کے ساتھ عورتون کا کوئی حق جو قدرت نے انکو عطا کیا ہے تلف نہین ہوا ۔ بلکہ قدرتی حقوق نسوان کا عین استحکام عمل مین آیا ہے ۔

مردون کا عورتون پر اصلی حق (جسکا ادا کرنا عورتون کا لازمی فرض ہے) یہ ہے کہ وہ اس کام مین جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مطلوب ہوتا ہے ہر وقت انکی فرمانبردار رہین جب وہ اس کام کے لیے انکو بلاوین تو اس سے الرسع انکار کرین ۔ دوسرا اسکام کو وہ اپنی ہی خاوند کا حق سمجھین دوسرے کو اس حق مین شریک نکرین اور نہ اوسکے ذرائع و وسائل (خلوت و مصاحبت ...)

ملامست بلا ہمراہی محرم مسافرت وغیرہ) مین انکو شریک بنا دین اور اس فرض کو پورا کرنیکی غرض سے وہ خاوندنکے گہر مین ہمیشہ حاضر رہین کبہی بلا اجازت خاوند غیر حاضر نہ ہون اوسکے بدلے اور اسکی مثل عورتونکا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ بہی ان کی خاص ضرورت کو (جو نکاح سے مطلوب ہوتی ہے) اور باقی سبہی خانگی ضرورتون کو (جو کہانے پینے ۔ پہننے ۔ رہنے کے متعلق ہون) پورا کرین ان ضروریات کے علاوہ مالی احسان سے بہی انکا اعزاز و اکرام کرین (جو شرعًا ادای مہر کہلاتا ہے)

مردون کا عورتون پر دوسرا حق (جسکا ایفا عورتون کا اختیاری فرض ہے) یہ ہے ۔ کہ وہ ان کے مال و اولاد کی محافظت کرین ان کے کہانے پینے پہننے کی ضروریات مین انکو مدد دین اسکے بدلے اور اسکی مثل عورتون کا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ قدر واجب بفصل سابق کے علاوہ بھی انپر مالی احسان کرین اور جو کچہ خود کہائین ان کو کہلائین جو کچہ خود پہنین انکو پہنائین اور ان کے مفوضہ کامون مین زر سے یا ذات سے (جسکے وہ لائق ہون) انکو مدد دین ۔

مردونکا عورتونپر تیسرا حق یہ ہے کہ وہ انکو اپنا افسر و حاکم سمجہکر ہمیشہ انکا ادب* و تعظیم ملحوظ رکہین کبہی گستاخانہ فعل یا قول سے انکا مقابلہ نہ کرین ۔ اور نہ انکی اطاعت سے خارج ہون ادب و تعظیم تو انکا دائمی فرض ہے اور بہر حال لازمی ۔ اطاعت بہی پہلے فرض کے ادا کرنے مین لازمی ہے مگر دوسرے فرض کے ادا کرنے مین اسوقت

* عورت کو مرد کا ادب و اطاعت اور عورت کو خاوند سے محبت کرنے کا حکم عیسائی مذہب مین بہی ہے، افسیون کے نام پولس کے خط باب ۵ مین ہے ، اے عورتو اپنے شوہرون کی ایسی فرمانبردار رہو جیسے خداوند کی ۲۲ جیسے کلیسا مسیح کی فرمانبردار ہے ویسے ہی جورو بہی سب باتمین اپنے شوہرون کی ہووین ۲۴ یونہی مردون پر لازم ہے کہ اپنے جورون کو ایسا پیار کرین جیسے اپنے بدن کو ۲۸ عورت اپنے شوہر کا ادب کرے ۳۳ اسی حکم کی وجہ سے اسوقت کہ مہذب لندن تک ادنی سے بلند عیسائی نکاح وقت عورت سے فرمانبرداری شوہر کا اقرار کرتے ہین گو اسکی تعمیل نہین ہوتی ۔ باکم ہوتی ہے ۔

تا لازمی ہو جبتک وہ اس فرض کی متعہد و ذمہ دار بنی رہین اس فرض کے تعہد سے وہ بادب معافی
چاہکر سبکدوش ہو جایئن تو پہر اس مین اطاعت اختیاری ہو جاتی ہے -
اس کے مقابلہ مین اور اس کی مثل عورتون کا مردون پر یہ حق ہے کہ
وہ ان سے محبت و خوش خلقی سے پیش آوین اور ان پر ایسے جابرانہ احکام نہ
لگاوین جو دستور کے موافق نہ ہون - اور ان کی حیثیت اور طاقت سے
باہر ہون - اور ان کی خفیف تقصیرات اور نافرمانیون سے چشم پوشی کرین -
کوئی ایسی ہی سخت نافرمانی اور بدزبانی دیکھین - تو اسپر بھی ان کو غلامون کی
طرح نہ مارین - اور نہ یکایک طلاق دے دین - بلکہ اس حکمت اور ترتیب سے
ان کی تادیب کرین کہ پہلے ان کو زبانی فہمایش کرین اس سے وہ مطیع نہ ہون تو
ان کو ہم بستری سے محروم کرین - اس سے بھی وہ منفعل نہ ہون تو خفیف سا مارین
(جس مین مونہہ پر ضرب نہ آوے) اس سے بھی ان کی اصلاح نہ ہو اور ان دونو
مین اُن بن رہے - تو اس امر کی تحقیق کے لئے کہ ان دونون مین قصوروار کون
شخص ہے - ایک کمیشن قائم کیا جائے - جس مین مرد اور عورت دونون کے
رشتہ دارون مین سے ایک ایک منصف منتخب ہو - اور وہ منصف جس شخص کو
قصوروار اور اپنی فرض کے ادا کرنے مین گنہگار سمجہیں اس کو معقول اور اس فرض کے
ادا کرنے پر مجبور کرین - اور ان مین مصالحت و موافقت کر دین - اور اگر وہ مصالحت
کی کوئی صورت نہ پاوین اور ان مین جدائی کرانے کو ہی پسند کرین - تو جدائی
کرا دین - عورت کا قصور ثابت ہو تو اس سے خاوند کو مہر وغیرہ مال واپس دلائین اور
مرد قصوروار ہو تو بلا واپسی مہر طلاق دلائین -
اسی قسم کے اور حقوق ہین جن مین مرد و عورت مین مساوات قائم کی گئی ہے
اور ان حقوق کے مطالبہ کا فریقین کو مساوی حق دیا گیا ہے - چنانچہ آیات

اور احادیث ذیل مین ہمارے اس دعوی کا کافی ثبوت موجود ہے۔

(۱) آیۃ سابق الذکر (جس مین مردون کی افسری بیان ہوئی ہے اور عورتون کی محکومی) کے

والّتی تخافون نشوزھن فعظوھن و اھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا - وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا (نساء ۶)

اما الوعظ فانہ یقول لھا اتقی اللہ فان اصرت علی ذلک النشوز فعند ذلک یھجرھا فی المضجع ثم عند ھذہ الھجرۃ ان بقیت علی النشوز ضربھا ومنھم من قال ینبغی ان یکون الضرب بمندیل ملفوف او بیدہ ولا یضربھا بالسیاط ولا بالعصاء وبالجملۃ فالتخفیف مراعی فی ھذا الباب علی ابلغ الوجوہ ولما ذکر عند نشوز المراۃ ان الزوج یعظھا ثم یھجرھا ثم یضربھا بین انہ لم یبق بعد الضرب الا المحاکمۃ الی من

متصل ہی ارشاد ہوا ہے۔ جن عورتون سے تمکو یہہ خوف ہو کہ وہ تمہارے حکم سے (خاص کام کے متعلق ہو خواہ اور امور معروف کے) سر اٹھاتین۔ ان کو (پہلے زبانی سمجھاؤ پھر) سونے مین جدا کرو۔ وہ تمہارا حکم مان لین تو ان پر کوئی الزام نہ لگاؤ خدا سب سے اوپر اور بڑا ہے (لوگو) اگر تمکو یہہ ڈر ہو کہ (میان بیوی) کی آپس مین ان بن ہے تو ایک منصف مرد کی جانب سے کہڑا کرو ایک عورت والون سے یہ دونو صلح چاہینگے تو خدا ان مین ملاپ کرویگا وہ سب کا حال جانتا ہے خبردار ہے

مارنے کی تفسیر حدیث مین (جس کا ذکر عنقریب آتا ہے) یہ ہوئی کہ سخت نہ مارے۔ تفسیرون مین لکہا ہے کہ چابک یا لاٹھی سے ایسا نہ مارے جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا زخم ہو جائے بلکہ ہاتھ سے

ینتصف المظلوم من الظالم
(کبیر صـ۳۱۷ جلد ۳)
واضربوھن ضربا غیر مبرح ولا شائن (بیضاوی
صـ۱۸۳ ومعالم صـ۱۲۲)
قیل ھو ان یضربھا بالسواک (فتح البیان صـ۵۵)
ای علی الحکمین ان یسعیا فی اصلاح
ذات البین جھدھما فان قدرا علی
ذالک عملا علیه وان اعیاھما اصلاح
حالھما ورایا التفریق بینھما جاز لھما ذالک
من دون امر من الحاکم فی البلد ولا
توکیل بالفرقة من الزوجین وبه قال
مالک والاوزاعی واسحق وھو مروی
عن عثمان وعلی وابن عباس والشعبی
والنخعی والشافعی وحکاہ ابن کثیر عن
الجمھور قالوا لان الله تعالی قال فابعثوا
حکما من اھلہ وحکما من اھلھا و
ھذا نص من الله سبحانه انھما قاضیان
لا وکیلان ولا شاھدان وقال
الکوفیون وعطاء وابن زید والحکم
وھو احد قولی الشافعی ان التفریق ھو
الی الامام او الحاکم فی البلد لا الیھما۔

مارے یا مسواک سے یا لپٹے ہوئے رومال
یا کپڑے سے۔
اس آیہ میں گو منصفوں کی تجویز مفارقت
کے واجب العمل ہونے کا صریح ذکر نہیں
ہے مگر اس تجویز کا واجب العمل ہونا
ان کو منصف قرار دینے سے ثابت ہوتا
ہے۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے
زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا تو آپ نے
کمیشن قائم کرکے ان کو اس امر میں
مجاز و مختار فرمایا کہ وہ مناسب سمجھیں تو
ان میں صلح کرا دیں۔ تفرقہ مناسب سمجھیں
تو تفرقہ کرا دیں۔

امام مالک و اسحق و اوزاعی وغیرہ
اس سے یہ استنباط کرتے ہیں۔ کہ
منصفوں کو بلا حکم حاکم وقت و بلا اجازت
زوجین تفریق کا اختیار حاصل ہے اگر
وہ تفریق کو مناسب سمجھیں۔

امام ابو حنیفہ اور ایک روایت
میں امام شافعی کا یہ قول ہے کہ حاکم
وقت کی اجازت یا زوجین کی وکالت
سے ان کو یہ اختیار حاصل ہوتا

لم یوکلہا الزوج او یامرہا الامام او الحاکم
(فتح البیان صفحہ ۵۵)

ہے ۔ ایک (۲) اور آیت مین ارشاد ہوا ہے

ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم زبردستی عورتون کے وارث بنو اور ان کو اسلئے

یا ایہا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا
النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا
ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین
بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف
فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا
ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۔ وان
اردتم استبدال زوج مکان زوج و
اتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا
منہ شیئا اتاخذونہ بہتانا و اثما
مبینا ۔ وکیف تاخذونہ وقد افضی
بعضکم الی بعض واخذن منکم
میثاقا غلیظا (نساء ۴)

روک نہ رکھو کہ ان سے اپنے دیئے ہوئے
مال سے کچھ واپس لو ۔ بجز اس حالت کے
کہ وہ کھلی بے حیائی* کرین ۔ ان سے تم
دستور کے موافق گزران کرو وہ تم کو
اچھی نہ لگین ۔ تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے
اور خدا اس مین بہت سے خوبی رکھے ۔
اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری بدلنا
چاہو اور اس کو بہت سا مال دے چکے
ہو ۔ تو اس کو واپس نہ لو کیا اوس کو
ناحق اور صاف گناہ سے لیتے ہو ۔ اور
تم اسکو کیونکر لے سکتے ہو ۔ جب ایکدوسرے
سے ہم بستر ہو چکے ہو اور وہ تم سے گہاڑھا
عہد لے چکی ہین ۔

عورت کے زبردستی وارث بننے کی کئی **صورت** ہین **ازانجملہ** ایک صورت
بعض مفسرین نے یہہ بیان کی ہے ۔ کہ وہ عورتون سے بلا رغبت وحاجت صرف

---

* کھلی بیحیائی زنا ہے ۔ اور خاوند اور اس کے رشتہ دارون کو برا کہنا اور
تکلیف دینا ۔ (دیکھو تفسیر کبیر صفحہ ۲۵۶ جلد ۳)

قیل الخطاب رای فی قوله ترثوا وتعضلوا
مع الازواج - کانوا یحبسون النساء من
غیر حاجة ورغبة حتی یرثوا منهن (اشارة
الی بیان ولا یحل الخ) او یختلعن بمهرهن
(بیان لقوله وتعضلوهن)
(بیضاوی معه حاشیه صـ۱۶۱)

الخاطب فی قوله ولا تعضلوهن من هو
فیه اقوال الاول ان الرجل منهم
قد کان یکره زوجته ویرید مفارقتها
فکان یسیئ العشرة معها ویضیق
علیها حتی تفتدی منه نفسها
بمهرها وهذا القول اختیار اکثر
المفسرین فکانه تعالی قال لا یحل
لکم التزوج بهن بالاکراه وکذلك
لا یحل لکم بعد التزوج بهن
العضل والحبس لتذهبوا ببعض
ما اتیتموهن -
(کبیر صـ۲۵۶ جلد ۳)

اس نیت سے نکاح کر لیتے کہ وہ مرین
تو وہ لوگ ان کے وارث بنین -
روک رکھنے کی اکثر مفسرین نے
یہہ صورت بیان کی ہے - کہ جو
لوگ اپنی عورتون سے ناخوش ہوتے
تھے اور ان کو چھوڑنا چاہتے اس نیت
سے ان کو تنگ کرتے اور بدسلوکی کر
بیٹھتے تھے کہ وہ اپنے بدلے مال دیکر
اپنے آپ کو ان سے چھڑائین - اس
صورت مین ان مال لینے کو خداوند
تعالے نے حرام قرار دیا ہے - صرف
اسی صورت مین مال واپس لینے کو جائز
کیا ہے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب
ہون ومعہذا وہ اپنے بدلے مال دے کر
خاوندون سے جدا ہونا چاہین - اور
خاوند بھی ان کو چھوڑ دینا پسند
کرین +

(۳) ایک اور آیہ مین ارشاد ہوا ہے
کہ تم کو حلال نہین کہ جو کچھ تم عورتون کو دے چکے ہو (مہر یا اور بخشش)

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموهن
شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود الله

اس مین سے کچھ واپس لو بجز اس حالت
کے کہ دونو کو یہہ ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدون کو

قال خفتم الا یقیما حدود اللہ
فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ
(بقرہ ع ۲۹)

(جو حقوق زوج کے لئے مقرر کی ہین) قائم نہ رکھ سکینگے - یہہ ڈر ہو تو عورت اپنے بدلے کچھ دیکر اپنے آپ کو چھوڑا لئے تو ان کو گناہ نہین -

اس آیہ مین بھی اسی حالت مین خاوند کو مال لینا حلال کیا گیا ہے جس حالت مین عورت کا قصور ہو - وہ کھُلی بے حیائی کی مرتکب ہو - اور خاوند سے جُدا ہونا چاہے - اس حالت مین حلال نہین کیا گیا - کہ مرد قصوروار ہو - اور بلا قصور زوجہ اوس کو طلاق دینا چاہئے ‌‌‌٭

امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس آیہ کے ذیل مین کہا ہے - کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے یہہ حکم دیا کہ عورت کو چھوڑ دینا نیکی کے ساتھ ہو تو اس آیہ مین

واعلم انہ تعالی لما امر ان یکون
التسریح مقرونا بالاحسان بین فی
ھذہ الایۃ ان من جملۃ الاحسان انہ
اذا طلقہا لا یاخذ منہا شیئا من الذی
اعطاھا من المہر والثیاب وسائر ما
تفضل بہ علیہا وذلک لانہ ملک
٭٭ بعضہا واستمتع بہا فی مقابلۃ ما
اعطاھا فلا یجوز ان یاخذ منہا شیئا
ویدخل فی ضمنا النہی ان یضیق علیہا

یہہ بیان فرمایا کہ یہہ بات بھی داخل احسان ہے کہ جب کوئی اپنی عورت کو طلاق دے تو جو کچھ وہ اوس عورت کو دے چکا ہو (مہر یا لباس یا اور بخشش) اس مین سے کچھ بھی واپس نہ لے - کیونکہ وہ اس کے شرمگاہ کا مالک اسی مال کے بدلے ہوا اور اس سے نفع اُٹھا چکا ہے اب اسکو حلال نہین کہ اس مین سے کچھ بھی لے اسی مین یہ فعل بھی داخل ہے کہ وہ اوس کو

٭٭ ھکذا فی الاصل والصحیح بضعہا بتقدیم الصاد علی العین -

ليلجئها الى الافتداء كما قال فى سورة
النساء ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض
ما اتيتموهن وقوله ههنا الا ان يخافا
ان لا يقيما حدود الله هو كقوله
هناك الا ان ياتين بفاحشة مبينة

× × × × ×

الاقسام الممكنة فى هذا الباب اربعة
لانه اما ان يكون هذا الخوف حاصلا
من قبل المرأة فقط او من قبل الزوج
فقط او لا يحصل الخوف من قبل واحد
منهما او يكون الخوف حاصلا من
قبلهما معا (اما القسم الاول) وهو
ان يكون هذا الخوف حاصلا من
قبل المرءة وذلك بان تكون المرأة
ناشزة مبغضة للزوج فهنا يحل
للزوج اخذ المال منها والدليل عليه
ما رويناه من حديث جميلة مع ثابت
لانها اظهرت البغض فجوز رسول الله
صلى الله عليه واله وسلم لها الخلع
ولثابت الاخذ فان قيل فقد شرط
تعالى فى هذه الاية خوفهما معا فكيف

تنگ کرے تا کہ وہ ناچار ہو کر اپنے بدلے
مہر واپس دینے پر راضی ہو جائے جسکا
ذکر سورہ نسار مین (یعنی آیہ نمبر۲ مین)
ہو چکا ہے کہ "تم اون کو اسلئے نہ روک
رکھو کہ اپنے دیئے مال سے کچھہ واپس
لو" - آور اس مقام مین جو ارشاد ہوا
ہے کہ بجز اس حالت کے کہ دونون کو
خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدین قائم نرکھینگے
یہ ویسا ہی ارشاد ہے جو سورہ نساء (آیہ
نمبر۲ مین) مین ہوا ہے کہ بجز اس حالت
کے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب
ہون (یعنے عورتون ہی کی بے حیائی کے
خوف کے وقت مہر واپس لینا جائز ہے
نہ مرد کے قصوروار ہونے کے وقت)
اس مدعا کی **تفصیل** امام رازی نے اس
تقریر سے فرمائی ہے کہ اس باب مین
چار قسم کی صورتین پیش آنی ممکن ہین
اول یہ کہ اللہ کی حدون کو قائم نرکھنے کا
خوف عورت کی طرف سے ہو - دوسری
یہ کہ یہہ خوف مرد کی جانب سے ہو تیسری
یہ کہ یہہ خوف کسی سے جانب سے نہ ہو -

قلتم انه یکفی حصول الخوف منها
فقط قلنا سبب هذا الخوف وان
کان اوله من جهته المرأة الا انه
قد یترتب علیه الخوف الحاصل
من قبل الزوج لان المرأة تخاف
علی نفسها من عصیان الله فی امر
الزوج وهو یخاف انها اذا لم تطعه
فانه یضربها ویشتمها وربما
زاد علی قدر الواجب فکان الخوف
حاصلا لهما جمیعا فقد یکون ذلك
السبب منهما لامر یتعلق بالزوج و
یجوز ان تکره المرأة مصاحبة ذلك
الزوج لفقره او لقبح وجهه او لمرض
منفر منه وعلی هذا التقدیر
تکون المرأة خائفة من معصیة الله

چوتھی یہ کہ دونو جانب سے ہو۔

قسم اوّل کی یہہ صورت ہے۔ کہ عورت نافرمان ہو اور مرد سے بغض رکھتی ہو اس صورت مین مرد کو اگر وہ عورت کی درخواست پر اس کو طلاق دینا پسند کرے۔ مال واپس لینا حلال ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث ہے[*] جس مین جمیلہ سے اوس کے شوہر ثابت کا مال واپس لینا بیان ہوا ہے اس صورت پر کوئی اگر یہہ اعتراض کرے کہ آیہ مین تو دو نو کے خوف کی شرط لگائی گئی ہے تم نے صرف عورت کی جانب سے خوف کو مال دلانے کے لئے کافی کہا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ اس صورت مین خوف کا سبب اوّلاً اگرچہ عورت ہی کی جانب سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر مرد کی جانب سے

[*] یہ حدیث صحیح بخاری (صفحہ ۹۲۶) وغیرہ کتب حدیث مین اور تفسیر کبیر (ج ۲ صفحہ ۳۷۵) وغیرہ تفاسیر مین منقول ہے جسکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ثابت بن قیس اپنی عورت جمیلہ بنت عبداللہ سے کمال محبت رکھتا تھا۔ اور وہ اوس سے کمال عداوت کیونکہ وہ پست قامت تھا۔ سیاہ رنگ اور بدصورت اور جمیلہ خوبصورت تھی جمیلہ نے طلاق کی درخواست کی تو اُسنے باغ کی واپسی پر (جو مہر مین اسکو دے چکا تھا) طلاق دینی منظور کر لی تب آنحضرتؐ نے باغ واپس دلوا کر طلاق دلوا دی۔